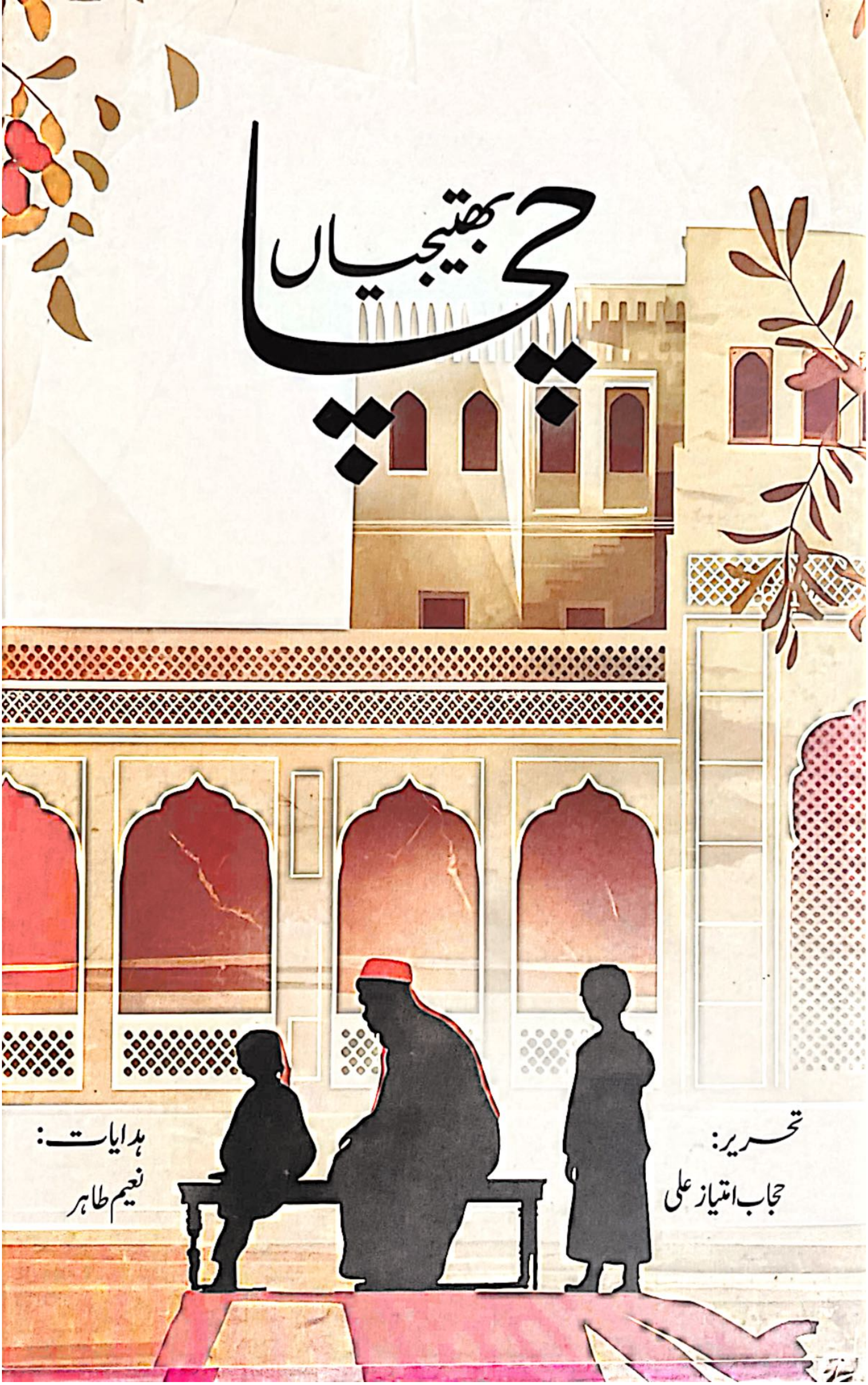

Scanned with CamScanner

چچا بھتیجیاں

تحریر

جاب امتیاز علی

ہدایات

نعیم طاہر

سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور

891.4392 Ali, Hijab Imtiaz
Chacha Bhatijian / Hijab Imtiaz Ali,
Directed by Naeem Tahir. - Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2024.
176pp.
1.Drama 2.Urdu-Literature
I. Title.

اس کتاب کا کوئی بھی حصہ سنگ میل پبلی کیشنز/ مصنف سے باقاعدہ تحریری اجازت کے بغیر کہیں بھی شائع نہیں کیا جاسکتا۔ اگر اس قسم کی کوئی بھی صورتحال ظہور پذیر ہوتی ہے تو قانونی کارروائی کا حق محفوظ ہے۔

2024ء
افضال احمد نے
سنگ میل پبلی کیشنز لاہور
سے شائع کی۔

ISBN-10: 969-35-3582-0
ISBN-13: 978-969-35-3582-2

Sang-e-Meel Publications
25 - Lower Mall, Lahore 54000, Pakistan.
+92 42 37220100 - +92 42 37228143
www.sangemeel.com - email: smp@sangemeel.com

تعارف

حجاب صاحبہ ایک انتہائی غیر معمولی شخصیت کی مالک تھیں۔ اُنہوں نے 7 سال کی عُمر میں عظیم شہرت حاصل کی۔ وہ حیدر آباد دکن کے نواب محمد اسمٰعیل صاحب کی صاحبزادی تھیں۔ اور ابھی لکھنا نہیں آتا تھا تو اپنی آپا سے لکھوا کر ایک ناول ''میری ناتمام محبت''، مکمل کروا کر چھپوایا۔ اس ناول نے حیرت انگیز شہرت پائی۔ تقریباً اُسی عمر میں علامہ اقبال سے ملیں۔ ایسی باتیں کیں کہ اُنہوں نے شفقت سے گود میں بٹھا لیا۔ 'سمندر ساحل'، 'چچا جعفر'، 'روحی' اور 'حبشن زوناش' اُن کے ناولوں کے مسلسل کردار تھے۔ سید امتیاز علی تاج صاحب سے اُن کا علمی رومانس تمام ہندوستان میں مشہور ہوا۔ ایک مرتبہ تاج صاحب سے روٹھ گئیں تو تاج صاحب نے اپنا مشہور ڈرامہ ''انارکلی'' اُن کے نام کر دیا۔ جس سے وہ مان گئیں۔ اُن کی سید امتیاز علی تاج سے شادی ملک بھر کا ایک عظیم رومانس کی کہانی تھی۔ بارات میں مشہور مصور عبدالرحمٰن چغتائی لاہور سے تاج صاحب کے ساتھ گئے تھے۔ سہرا 'سجاد حیدر یلدرم' نے لکھا تھا۔

بے حد حساس تھیں اور Nervous Breakdown کا خطرہ رہتا تھا۔ جہاز اُڑانے کا شوق ہوا تو برٹش ایمپائر کی پہلی مسلمان خاتون پائلٹ بن گئیں۔ اور جنگ عظیم میں فوجیوں کے خطوط ہوائی جہاز سے پہنچاتی رہیں۔

میرے ساتھ انتہائی شفقت سے پیش آتیں اور میرے بارے میں اُنہوں نے چند ایسے فقرے لکھے جو میری زندگی کا اثاثہ ہیں۔

1970ء میں رات کو نامعلوم قاتلوں کے حملے میں شدید زخمی ہوئیں۔ تاج صاحب شہید ہوگئے۔ حجاب صاحبہ معجزاتی طور پر بچ گئیں اور اُنہوں نے باقی زندگی میرے اور یاسمین کے ساتھ گزاری۔ 1999ء میں شدید علالت کے باعث قریبی اسپتال میں داخل تھیں۔ حالت خطرناک تھی۔ میرے بچوں سے بہت پیار کرتی تھیں۔ وہ اُن کے سرہانے کھڑے تھے۔ ایک نظر اُن کی طرف دیکھا اور کہا ”اب میں مرجاؤں گی“۔ چند لمحوں بعد وہ خالقِ حقیقی سے جا ملی تھیں۔

یہ ڈرامہ ”چچا بھتیجیاں“ میری فرمائش پر اُنہوں نے لکھا اور میں نے اس ڈرامہ کو 1967ء میں الحمراء میں سٹیج کیا۔ مشہور اداکاروں نے حصہ لیا۔ ثمینہ احمد صاحبہ کا یہ پہلا اسٹیج ڈرامہ تھا۔

اب میں صاحب فروش ہوں۔ اس ڈرامہ کے چھپنے میں سیدہ مہر بانو کاظم ”جگن“ صاحبہ کے تعاون اور توجہ کا مشکور ہوں۔

مجھے یقین ہے کہ قارئین اس سے لُطف اندوز ہوں گے۔

نعیم طاہر

29 اکتوبر 2024ء

فہرست

پہلا ایکٹ 7

دوسرا ایکٹ 41

تیسرا ایکٹ 75

چوتھا ایکٹ 105

پانچواں ایکٹ 119

Scanned with CamScanner

کردار

چچا جعفر	نعیم طاہر
صوفی	ثمینہ سعید
روحی	انیلہ
احمد	شبیر علی
مالی	شاہد
ریحانی	خورشید اللہ
پھوپھی مجتبائی	عطیہ شرف
پھوپھی زبیدہ	یاسمین طاہر
شہزادی عائشہ	بیگم پروین
نازی	حمیرہ مظفر

پہلا ایکٹ

سین

(نواب جعفر کے دیہاتی محل سرا کا ڈرائنگ روم جو بیک وقت سٹڈی اور کمرۂ ملاقات بھی ہے۔ اعلیٰ درجے کا فرنیچر۔ صبح کا وقت۔ باغ کی طرف کے دریچے کھلے ہوئے۔ پھولوں سے لدی ہوئی ٹہنیاں ہلکی ہوا سے جھوم رہی ہیں۔ پردے ہٹے ہوئے۔ گرمی کا موسم۔ پردہ اٹھتا ہے تو ساٹھ سالہ نواب جعفر نہایت نفیس اور ہلکے رنگ کے ڈریسنگ گاؤن میں صوفے پر بیٹھے اپنے سامنے کی تپائی سے صبح کی ڈاک اُٹھا اُٹھا کر دیکھ رہے ہیں)

☆O☆O☆O☆O☆O☆

چچا جعفر

(خطوط میں سے ایک خط نکال کر اس کا لفافہ بغور دیکھنے لگتے ہیں)

''ہائیں--- یہ تو ریحانی کا خط معلوم ہوتا ہے۔ کدھر کا چاند نکلا جو ہمارے بھتیجے صاحب نے ہمیں یاد فرمایا--- مگر بھٹیارا ہے نمازی تو ضرور ہے دغا بازی---'' (لفافہ چاک کرتے ہیں) ''لکھا کیا ہے ریحانی صاحب نے---'' (عینک لگا کر خط پڑھنے لگتے ہیں)

''میری جان چچا جعفر''

(حقارت سے) ''ہوں گویا میں ان کی جان--- کیا مسخرا پن ہے''

(پڑھتے ہیں) ''یہ سن کر آپ کو دلی راحت ہوگی اور آپ درگاہِ خداوندی میں سجدۂ شکر بجا لائیں گے کہ اس سال میں امتحان میں امتیازی حیثیت سے کامیاب ہوا ہوں- یونیورسٹی کی چھٹیاں شروع ہو چکی ہیں۔ عنقریب

آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔

یہ خط ایک اہم معاملے کے متعلق لکھ رہا ہوں۔ یہ خادم --- یعنی آپ کا ریحانی، نہایت مئودبانہ آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہے۔ وہ یہ ہے:

کیا جناب کو کبھی کسی سے عشق فرمانے کا اتفاق ہوا ہے؟ یہ تو آپ بھی جانتے ہیں چچا جان قبلہ وکعبہ کہ محبت کوئی بُری چیز نہیں۔ ''عقلمنداں را اشارہ کافی است۔'' اگر بد قسمتی سے آپ کو کسی لڑکی سے محبت کرنے کا اتفاق نہیں ہوا تو سوائے اس کے میں کیا عرض کر سکتا ہوں:

لطفِ مے تجھ سے کیا کہوں جعفر
ہائے کمبخت تو نے پی ہی نہیں

''خیر میں صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مجھے صوفی سے محبت ہے اور میں اس سے شادی کرنے کا بے حد متمنی ہوں۔ اس ضروری خط کا جواب آپ بواپسی ڈاک دیجئے۔ زیادہ سے زیادہ پیار۔''

''آپ کا خادم آپ کا پیارا بھتیجا یعنی.... ریحانی''

نواب جعفر: (خط غصے سے تپائی پر دے مارتے اور غصے سے پھنکارتے ہیں)

''ہوں---نا معقول کہیں کا ----'' لطفِ مے تجھ سے کیا کہوں جعفر'' ---اور مجھی کو مخاطب کر کے کہتا ہے'' ہائے کمبخت تو نے پی ہی نہیں----''

(غصے سے کھڑے ہو جاتے ہیں)

(دروازہ کھلتا ہے پہلے صوفی پھر اس کے پیچھے روحی اندر داخل ہوتی ہیں۔ صوفی خوب صورت دلکش اٹھارہ اُنیس سال کی دبلی پتلی لڑکی ہے۔ روحی اس سے ذرا کم شوخ اور پیاری لڑکی ہے۔ دونوں نے جدید وضع کے

چست لباس پہن رکھے ہیں)

صوفی: (ذرا جھک کر) ''تسلیم چچا جعفر۔ آپ ابھی ابھی '' کچھ پی ہی نہیں'' کہہ رہے تھے۔ کیا پیچش کی دوا کا کہہ رہے تھے؟''

روحی: (آگے کو جھکتی ہے) ''تسلیم چچا جعفر! ویسے آپ کی پیچش کا اب حال کیا ہے؟''

نواب جعفر: (پلٹ کر لڑکیوں کو دیکھتے ہیں اور ناگواری سے ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہیں) ''میری پیچش چھوڑو۔ یہ بتاؤ پہنچیں کب تم دونوں؟''

صوفی: ''پرسوں کالج بند ہوا اور چھٹیاں شروع ہوئیں۔ کل رات ہم یہاں پہنچ گئیں---''

روحی: ''رات آپ ڈنر پر گئے ہوئے تھے چچا۔ اس لیے ملاقات نہ ہو سکی۔''

چچا جعفر: (موٹا سگار جلاتے ہوئے جس سے آواز گول گول ہوگئی ہے)

''ہوں---اور امتحانوں کا کیا حشر ہوا؟''

روحی: ''دونوں کامیاب ہوگئیں پیارے چچا۔''

صوفی: ''اور چچا جان۔ ریحانی بھی اس سال امتیازی حیثیت سے کامیاب ہوئے ہیں۔''

چچا جعفر: (صوفے پر بیٹھ کر ٹانگ پر ٹانگ رکھے اونچی آواز میں) ''ریحانی؟ اور امتیازی حیثیت؟ کس نے کہا تم سے؟ خود لکھا ہوگا اس نے؟---اپنے متعلق ایسی باتیں وہ بڑی بے تکلفی سے گھڑ لیا کرتا ہے---صوفی اور روحی میں چاہتا ہوں یہ چھٹیاں تم دونوں مصروفیت میں گزارو۔ ہا ہا ہی ہی میں ضائع نہ کرو۔ سن لیا؟''

صوفی: ''جی چچا جعفر۔''

Scanned with CamScanner

چچا جعفر: ”اور تم نے بھی سن لیا روحی۔“

روحی: ”بہت اچھی طرح چچا جعفر۔“

(لڑکیاں آپس میں کن آنکھیوں سے ایک دوسرے کو دیکھتی ہیں)

چچا جعفر: (سگار کی راکھ ایش ٹرے پر جھاڑتے ہوئے) ”صوفی تم موسیقی پر توجہ دو اور روحی تم تیرنے کی مشق کیا کرو۔ لڑکیوں کو بیکار کبھی نہیں بیٹھنا چاہیے۔“

صوفی: ”جی بہت اچھا--- چلو روحی! میں پیانو بجاتی ہوں تم جا کر باغ کے تالاب میں غوطے لگاؤ۔“

(دونوں اٹھ کھڑی ہوتی ہیں)

صوفی: (صوفی دروازے کے پاس جا کر سرگوشی میں) ”چچا کا پارہ چڑھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ نہ جانے ریحانی کی درخواست کا کیا حشر ہو---“

روحی: ”تمہیں درخواست کی پڑی ہے یہ سوچو خود اس کی کیا گت بنے گی؟“

(چلی جاتی ہیں)

(دروازہ کھلتا ہے اور ایک سرخ و سفید بہت موٹی تازی دس سال کی لڑکی سفید گھیردار فراک پہنے اور دو چوٹیاں کیئے ہوئے داخل ہوتی ہے)

چچا جعفر: (ادھر ادھر کچھ ڈھونڈ رہے ہیں) ”کدھر گئی--- ابھی تو یہاں رکھی تھی۔“

نازی: (قریب آتی ہے) ”کیا چیز چچا جعفر؟“

چچا جعفر: ”میری پیچش کی گولیوں کی ڈبیا۔“

نازی: (چچا کی گود پر چڑھ کر بیٹھنے لگتی ہے) ”پیچش کی گولیوں کی ڈبیا ہے؟“

چچا جعفر: (چڑ چڑے پن سے) ”نہیں یہاں' یہاں نہیں۔“ (نازی کو گود سے ہٹاتے ہوئے) ”یہاں نہیں! کہاں چڑھی آ رہی ہو! کرسی پر بیٹھو۔“

نازی: (گود سے اتر کر سامنے کھڑی ہو جاتی ہے)

نواب جعفر: (سامنے کی تپائی کے کاغذات ہٹا کر ڈھونڈ رہے ہیں) ”نجانے کس نے کہاں رکھ دی دوا کی ڈبیا“

نازی: ”وہی تو نہیں جو کاہی کے رنگ کی تھی؟“

نواب جعفر: ”کاہی رنگ چھوڑو میرے سوال کا جواب دو تم نے تو نہیں دیکھی وہ ڈبیا؟“

نازی: ”وہی نا---؟ جس پر مے اینڈ بیکر کمپنی کا نام لکھا ہوا تھا؟“

نواب جعفر: ”وہی وہی--- بالکل وہی---“

نازی: ”جو ہفتے کی شام آپ نے خریدی تھی؟“

نواب جعفر: ”وہی وہی“

نازی: ”میں کیا جانوں۔ چچا جعفر؟ آپ نے خود ہی کہیں رکھ دی ہوگی۔“

چچا جعفر: (جھلا کر) ”تو پھر تم نے یہ تفصیل کیوں بیان کی؟ فضول لڑکی۔ جاؤ--- جا کر اپنا آموختہ پڑھو۔“ (لپک کر ایک کتاب اٹھا کر اس کے نیچے دیکھتے ہیں جیسے ڈبیا رکھی ہو)

نازی: ”مل گئی چچا جان؟“

چچا جعفر: (جھنجھلا کر کتاب پٹختے ہوئے) ”نہیں نہیں--- صبح سے دس دفعہ گم ہو چکی ہے۔ یہ گیارہویں مرتبہ ہے۔“

نازی: (دوبارہ چچا کی گود میں بیٹھنے کی نیت کرتے ہوئے) ”اس حساب سے تو شام تک کم از کم اکیس دفعہ گم ہونی چاہیے؟“ (گود میں بیٹھنے لگتی ہے)

چچا جعفر: (غصے سے) ”کرسی پر بیٹھو۔ اور اس طرح کے نامعقول حساب نہ لگایا کرو۔ اپنا آموختہ پڑھو یا ڈبیا ڈھونڈو ضرور تم ہی نے اٹھائی ہوگی۔“

نازی: (گود سے اترتی ہے ذرا ہنس کر) ”ہی ہی--- خوب فرمایا چچا جعفر آپ نے--- نہ مجھے پیچش--- نہ گولیوں کی ضرورت۔“

Scanned with CamScanner

چچا جعفر: "تو پھر احمد نے ڈبیا کہیں ڈال دی ہوگی۔"

نازی: "ممکن ہے، مگر چچا جعفر آپ اپنی ڈبیا کی حفاظت خود کیوں نہیں کرتے؟"

چچا جعفر: (ناگواری سے) "خود کرتا ہوں --- مجھے کیا پڑی ہے؟ یہ تم سب کا فرض ہے کہ اس کی حفاظت کرو۔ احمد --- احمد ---" (جھک کر بٹن دباتے ہیں دروازہ کھلتا ہے۔ بیرے کے لباس میں موٹا ملازم احمد ناشتے کی ٹرے لیے اندر داخل ہوتا ہے)

احمد: "بندگی نواب صاحب-" (آواز نہایت باریک سی ہے)

نازی: (کھلکھلا کر ہنس پڑتی ہے) "ہی ہی ہی- احمد یہ تمہاری آواز ہمیشہ گلہری کی آواز جیسی کیوں نکلتی ہے؟"

چچا جعفر: "بندگی ایک طرف ---- میری پیچش کی گولیوں کی ڈبیا کیا ہوئی ہے؟"

احمد: (چائے دانی سے چائے انڈیل کر پیالی پیش کرتا ہے) "جی وہ --- جی وہ --- صوفے کے اُوپر آپ کی چھنگلی (چھوٹی انگلی) کے پاس رکھی ہے۔"

چچا جعفر: (ذرا شرمندہ) "وہاں رکھنے کا فائدہ؟ دوا میں کھاؤں گا یا میری چھنگلی کھائے گی؟"

احمد: "جی آپ کھائیں گے حضور ----"

چچا جعفر: "مجھے دن میں چھ دفعہ یہ گولیاں کھانی پڑتی ہیں۔" (ڈبیا کھولتا ہے)

نازی: "تو گویا شام تک آپ کو پانچ دفعہ اور کھانی ہیں۔"

چچا جعفر: "غلط حساب نہ لگایا کرو، دو دفعہ کھا چکا ہوں۔"

نازی: "تو گویا چار دفعہ اور ----"

(احمد واپس جانے کو مڑتا ہے' نازی چچا کی گودی کا رخ کرتی ہے)

چچا جعفر: (ایک گولی نگلتے ہوئے) "ٹھہرو احمد --- تم بیٹھو نازی۔ کرسی پر بیٹھو۔" (چائے کی پیالی کو غور سے دیکھتے ہوئے) "یہ چائے کس نے دم دی ہے احمد؟"

احمد: "خانساماں نے حضور۔"

چچا جعفر: "چائے کا رنگ اتنا تیز ہے کہ میں اپنا قلم اس میں ڈبو کر لکھ سکتا ہوں۔ یہ انڈا کس نے ابالا ہے؟"

احمد: "میں نے حضور ---"

چچا جعفر: "انڈا ہے یا پتھر؟"

نازی: "میں چھو کر بتاؤں چچا؟" (چھونے کے لیے جھکتی ہے)

چچا جعفر: "دخل در معقولات کی عادت چھوڑو۔ نازی جا کر اپنا آموختہ دہراؤ۔ توس کس نے بنائے تھے؟"

احمد: (آہستہ سے) "باورچن نے حضور۔"

چچا جعفر: "یہ توس ہیں یا اُپلے؟"

نازی: (کھلکھلا کر ہنس پڑتی ہے) "ہی ہی ہی ہی --- خوب کہا آپ نے بھی چچا! اُپلے -- ہی ہی۔"

چچا جعفر: "اُٹھاؤ ناشتے کی کشتی یہاں سے اور لے جاؤ باورچی خانے میں۔" (احمد جھک کر کشتی اٹھانے لگتا ہے، چچا جعفر غصے سے اخبار اٹھا کر پڑھنے لگ جاتے ہیں)

نازی: "ٹھہرو ٹھہرو احمد --- (کشتی پر نظر ڈالتی ہے) چچا جعفر۔ آپ نے اس دلیے کے متعلق تو کچھ پوچھا ہی نہیں کہ کس نے بنایا ہے؟"

(چچا اخبار کے اوپر سے ایک پُر قہر نگاہ ڈالتے ہیں اور پھر اخبار اونچا کر کے

Scanned with CamScanner

اس میں غرق ہو جاتے ہیں)

احمد: (بہت باریک آواز میں) ''اٹھا لوں بی بی یہ کشتی؟''

نازی: (کھلکھلا کر ہنس پڑتی ہے) ''پھر تم نے وہی آواز نکالی گلہری جیسی؟ ہی ہی ہی----''

(احمد کشتی اٹھا کر لے جاتا ہے۔ پھوپھی مجتبائی اندر داخل ہوتی ہیں۔ پینتالیس سال کی دبلی پتلی عورت۔ بال کھچڑی۔ لباس نہایت معمولی۔ موٹے کپڑے کا۔ لباس کے رنگ بن جوڑ سے۔ مونگیا رنگ کا غرارہ۔ پھولدار غرارہ-- اس پر خاکی رنگ کی پھولدار قمیض۔ سلیٹی رنگ کا دوپٹہ۔ کپڑوں کے بے جوڑ رنگوں سے کنجوسی ظاہر ہوتی ہے۔ ہاتھ میں ایک بہت پرانا موزہ رفو کے لیے پکڑ رکھا ہے جسے موقع ملتے ہی رفو کرنے لگتی ہیں)

بیگم مجتبائی: (متشکی نظروں سے مڑ مڑ کر احمد کو دیکھتی ہوئی اندر داخل ہوتی ہیں اور نازی سے پوچھتی ہیں)
''ہے ہے--- نازی بیٹا- یہ احمد کمبخت کیا اٹھا کر باہر لے جا رہا تھا---؟ یہ نوکر تو کام سے زیادہ چوری میں مصروف رہتے ہیں۔''

نازی: (ہنستی ہے)
''ہی ہی ہی - آپ کی نظروں میں تو ساری دنیا چور ہے مجتبائی پھوپھی ---''

پھوپھی مجتبائی: ''تو اور کیا----؟ اقلیت میں تو ہم ہیں اور اکثریت میں چور۔''

نازی: ''یعنی؟ ہی ہی ہی--- ہم مائنارٹی میں ہیں--- ہی ہی ہی- لیکن مجتبائی پھوپھی ایک بات پوچھوں آپ سے؟''

پھوپھی مجتبائی: ''ہاں ہاں- پوچھو پوچھو۔''

نازی: ''آپ ڈھنگ کے کپڑے کیوں نہیں پہنتیں؟ غرارے کا رنگ کچھ، دوپٹے کا کچھ، قمیض کا کچھ--- ہی ہی ہی''

پھوپھی مجتبائی: (بے حد برہم ہو جاتی ہیں)
''تم بال کی کھال نہ کھینچا کرو۔ نہ میرے معاملات میں دخل دیا کرو۔ جو کپڑا املا پہن لیا۔ تم لوگوں کی طرح تھوڑی--- کہ ایک لباس کی تیاری پر بے دریغ روپیہ پانی کی طرح بہا رہے ہیں۔ لباس کا مقصد تو صرف تن کی ڈھکائی ہے۔ ویسے بھی فضول خرچی سے مجھے نفرت ہے۔''

چچا جعفر: (اخبار کے پیچھے سے) ''کون؟''

پھوپھی مجتبائی: ''صبح بخیر جعفر بھیا۔ پیچش کا کیا عالم ہے؟''

چچا جعفر: ''صبح بخیر اور پیچش چھوڑو۔ ناشتے کے متعلق دریافت کرو مجتبائی۔''

پھوپھی مجتبائی: ''کر لیا ناشتہ؟''
(رفو کرتے کرتے صوفے کے سرے پر بیٹھ جاتی ہیں)

چچا جعفر: ''خاک''

نازی: ''چچا جعفر نے صرف ایک نارنگی کھائی اور ایک گھونٹ چائے پی۔''

پھوپھی مجتبائی: (رفو کرتے کرتے) ''کافی کھا لیا اور کیا چاہیے؟ اور باقی چیزیں کیا ہوئیں؟''

چچا جعفر: (غصے سے دوبارہ اخبار اٹھاتے ہوئے)
''چولہے میں گئیں۔''

مجتبائی: (گھبرا کر) ''ہے ہے، وہ کیوں؟''

نازی: ''چولہے سے چچا کا مطلب باورچی خانہ ہے۔ احمد چائے کی کشتی باورچی خانے میں لے گیا۔''

Scanned with CamScanner

پھوپھی مجتبائی (کھڑی ہو جاتی ہے) ''ہے ہے پھر تو کم بخت نوکروں کی ضیافت ہو گئی--- ناشتے میں کوئی نقص وقص تھا تو ٹرے یہی رکھوا لیتے۔ میں جو مناسب سمجھتی کرتی۔ اب کمبخت نوکر ناشتہ اڑا رہے ہوں گے مزے سے۔خواہ مخواہ کا خرچ اور نقصان---'' (بے چینی سے صوفے کے پاس جاتی ہے اور ایک ایک کشن کو اٹھا کر نہایت احتیاط سے ہاتھ سے جھاڑ جھاڑ کر اپنی جگہ رکھ دیتی ہے)

نازی: (ہنستی ہے) ''ہی ہی، آپ ہمیشہ خرچ خرچ کیوں کرتی رہتی ہیں پھوپھی مجتبائی؟''

پھوپھی مجتبائی: (برہمی کا لہجہ) ''ہر روز دیکھتی اور سنتی نہیں ہو ٹیلی ویژن اور ریڈیو پر---؟ ہماری حکومت کا حکم ہے کہ بچت ہر پاکستانی کا قومی فرض ہے۔''

نازی: ''مگر اتنے سارے فرائض میں سے صرف یہی ایک بچت والا فرض ہمیشہ یاد رہتا ہے۔''

چچا جعفر: (اخبار تہہ کر کے رکھتے ہوئے) ''تمہیں تو کفایت شعاری اور بچت کا جنون سا ہو گیا ہے مجتبائی!''

(دروازہ کھلتا اور موٹا بیرا احمد--- سرخ گلابوں کے دو بڑے بڑے اور تازہ تازہ گلدستے لیے اندر داخل ہوتا ہے)

احمد: (باریک آواز) ''گلاب حضور---''

نازی: ''ہی ہی ہی--- پھر وہی آواز نکالی تم نے---؟'' (پلٹ کر گلدستوں کو دیکھتی ہے) ''آہا آہا: اس موسم میں ایسے تازہ گلاب؟'' (بڑھ کر سونگھتی ہے)

پھوپھی مجتبائی: (رفو کرتے ہوئے) ''اپنے باغ کے ہیں نا احمد؟''

احمد: (باریک آواز) ''جی نہیں حضور! مالی بازار سے خرید کر لایا ہے۔''

پھوپھی مجتبائی: (رفو کا موزہ گود میں رکھتے ہوئے) ''تحفتاً یا قیمتاً؟''

نازی: ''یہ تن تن کیا ہے پھوپھی مجتبائی؟''

پھوپھی مجتبائی: ''میں پوچھتی ہوں تحفے میں لایا ہے یا کمبخت قیمت مانگتا ہے؟''

احمد: ''بازار سے خرید کر لایا ہے حضور، اور قیمت مانگ رہا ہے۔''

پھوپھی مجتبائی: (غصے سے) ''خرید کر؟ عجیب فضول خرچ آدمی ہے۔ان کی آخر ضرورت کیا تھی؟ خواہ مخواہ کے خرچ۔''

احمد: ''مالی کہتا تھا بازار میں بھی بڑی مشکل سے ملے ہیں بیگم صاحبہ؟''

پھوپھی مجتبائی: ''مجھے معلوم ہے وہ یہی کہے گا تا کہ مجھ سے دگنی قیمت وصول کرے گا۔ مالی کی عیاریاں میں خوب جانتی ہوں۔ ذرا غفلت برتی اور اس نے ہاتھ کی صفائی دکھائی۔ باغ سے گاجریں مولیاں ہری مرچیں اور پودینہ لے اڑا۔ اسی لیے تو میں بالا خانے کی ایک کھڑکی کھلی رکھتی ہوں تا کہ ایک نظر ادھر ڈالتی رہوں۔'' (احمد کی طرف پلٹ کر ناگواری کے لہجے میں) ''اب کیا کہتا تھا کہ یہ گلدستے کتنے کے ہیں؟''

احمد: ''کہتا تھا حضور! دونوں پانچ پانچ کے ہیں۔''

نازی: (حساب لگاتی ہے) ''گویا دس کے ہوئے۔ ہے نا پھوپھی؟''

پھوپھی مجتبائی: (غصے سے چیخ پڑتی ہے)

''غضب خدا کا--- اکٹھے دس روپوں کے۔ (حقارت سے) ہوں۔ میری آنکھوں میں دھول جھونکتا ہے چور کہیں کا--- لیکن میں بھی کچھ کچی گولیاں نہیں کھیلی۔ آخر گلاب کے پھول ہیں۔ کچھ سونے چاندی کے بنے ہوئے تو نہیں ہیں۔''

Scanned with CamScanner

احمد: ''تو حضور دیجیے نا دس روپے، وہ مانگ رہا ہے۔''

پھوپھی مجتبائی: ''اے مانگتا ہے تو مانگنے دو میں کیوں دوں؟ مجھے یقین ہے یہ اپنے ہی باغ کے ہیں اور ہمیں سے قیمت وصول کر رہا ہے موذی۔ واپس کر دو سنا تم نے؟ فوراً واپس کر دو۔''

احمد: ''بہت اچھا بیگم صاحبہ۔''

(مڑتا ہے دروازے کی طرف جاتا ہے کہ روحی داخل ہوتی ہے۔ ہاتھ میں باغبانی کی قینچی ہے)

روحی: ''ہائیں ہائیں۔ کہاں لیے جا رہے ہو گلدستے؟''

احمد: (رکتا ہے) ''مالی کو واپس کرنے جا رہا ہوں روحی بی بی!''

روحی: ''عقل ماری گئی ہے تمہاری؟ ادھر دو مجھے۔''

(ہاتھ بڑھا کر گلدستے لے لیتی ہے)

پھوپھی مجتبائی: ''بیٹی روحی۔ مالی کی بدمعاشی تو دیکھو۔ کہتا ہے دس روپوں کے یہ دو گلدستے خرید لایا ہے۔ وہ بھی سوکھے سڑے۔''

نازی: ''سوکھے سڑے تو نہیں ہیں پھوپھی، تازہ گلاب ہیں۔''

روحی: (گلدستے کے پتوں کو ذرا سا تراشتی ہے۔ پھر گلدانوں میں سنوارنے لگتی ہے)

''مالی کی بدمعاشی کا کیا ذکر ہے مجتبائی پھوپھی۔ آپ ہمیشہ سے بدگمان رہتی ہیں۔ یہ تازہ گلاب تو میں نے منگوائے ہیں اور یہ پھول تو نا کافی رہیں گے۔''

پھوپھی: ''مگر بٹیا خواہ مخواہ کے خرچ ہیں۔ قومی بچت ہر پاکستانی کا فرض ہے۔''

نازی: ''آپ کو سارے قومی فرائض میں یہی ایک فرض یاد رہتا ہے پھوپھی

مجتبائی؟''

روحی: ''آج شام دو دن کے لیے پھوپھی زبیدہ آ رہی ہیں۔ بھلا وہ تازہ پھولوں کے بغیر کمرے میں رہ سکتی ہیں؟''

پھوپھی مجتبائی: ''اچھا آ گیا زبیدہ کا ٹیلی فون؟ کس وقت پہنچ رہی ہیں؟''

روحی: ''وہ جب بھی پہنچیں تازہ پھولوں کے بغیر ایک لمحہ نہیں رہ سکیں گی۔ خصوصاً ایسی حالت میں جب کہ وہ شہری زندگی کی مسلسل مصروفیات سے تھک ہار کر یہاں ہفتے کے دو آخری دن گزارنے آتی ہیں تو یہ ہمارا فرض ہے کہ انہیں ان دو دنوں میں ہر قسم کا آرام و سکون مہیا کریں۔''

نازی: ''آج صبح صبح ٹیلی فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ اٹھایا تو پھوپھی زبیدہ کے سیکریٹری کہہ رہے تھے کہ پھوپھی زبیدہ جب یہاں پہنچیں تو تازہ پھولوں سے کمرے مہک رہے ہوں۔ کیونکہ ان کا یہ سارا ہفتہ مصروفیت میں گزرا ہے۔''

روحی: ''ان اخباروں میں ان کی مزیدار تقریریں پڑھی تھیں۔ اپوا کی ایک دعوت میں انہوں نے ''آج کی عورت'' پر بڑی بامعنی تقریر کی ہے۔''

پھوپھی مجتبائی: ''آج کی عورت کی فضول خرچی پر بھی زبیدہ نے کچھ کہا؟''

روحی: (خشکی سے) ''نہیں ---'' (کچھ دیر بعد) ''یہ پھول تو نا کافی ہیں۔ (گلدستوں پر تنقیدی نظریں ڈالتی ہے، ادھر ادھر پھر کر کمرے میں پھول سجا رہی ہے) ''وہ پھولوں کے بغیر کمروں میں بیٹھ بھی نہیں سکتیں۔ آپ تو جانتی ہیں ان کی عادتیں۔''

پھوپھی مجتبائی: (خشکی سے) ''ہاں جانتی کیوں نہیں --- پر زبیدہ کے بھی عجیب عجیب جنون ہیں۔'' (موزہ جلدی جلدی رفو کرنے لگتی ہیں)

Scanned with CamScanner

روحی: (جھک کر قینچی سے ایک پتی تراشتی ہے) ''اگر یہ جنون ہے تو بہت پیارا جنون ہے۔''

چچا جعفر: (اکتا کر اخبار مروڑ کر ایک کونے میں پھینک دیتے ہیں) ''جنون ونون چھوڑو۔ یہ بتاؤ وہ شہر سے پہنچ کب رہی ہیں یہاں؟''

روحی: (پھولوں میں مصروف) ''دوپہر کے بعد---کسی وقت۔''

چچا جعفر: ''کسی وقت چھوڑو--- مجھے کہنا یہ ہے کہ جس وقت بھی وہ آئیں مجھے فوراً بتا دینا، میں اپنے کتب خانے میں ہوں گا۔ چند بہت ضروری باتیں کرنی ہیں۔ ان سے باتوں کا موقع کم ملتا ہے۔ ہنگاموں اور مصروفیات کے شکنجے میں زبیدہ کچھ ایسی جکڑی رہتی ہیں کہ کوئی ضروری گھریلو بات ہی نہیں ہو پاتی۔''

پھوپھی مجتبائی: ''اسمبلی کے اجلاس ہیں۔ اپوا کی میٹنگیں ہیں کسی انجمن کی نمائندگی ہو رہی ہے تو کسی مشاعرے کی صدارت۔ ایسے میں بھلا زبیدہ کو فرصت ہی کہاں---؟ جبھی تو ان کے اعصاب تہہ و بالا رہتے ہیں؟''

چچا جعفر: ''اعصاب ایک طرف--- یہ بھی سوچا زبیدہ اپنے ساتھ اکثر مہمان لایا کرتی ہیں۔ اب کے کون آ رہا ہے؟''

نازی: ''ریحانی بھیا---''

چچا جعفر: (بھاری آواز جس سے ناگواری آشکار ہو)
کون؟ ''ریحانی---ہوں۔''

روحی: ''ریحانی کوئی مہمان تھوڑا ہیں؟ فضول باتیں نہ کیا کرو نازی۔ ہاں چچا جعفر۔ پھوپھی زبیدہ کے ساتھ اس دفعہ شہزادی عائشہ آ رہی ہیں۔''

چچا جعفر: ''میرا خیال ہے شہزادی عائشہ مشرقی پاکستان کے سفر سے لوٹی ہیں۔''

روحی: ''رات کے کھانے پر آٹھ نو سالن سے کم نہیں ہونے چاہئیں۔''

پھوپھی مجتبائی: (گھبرا کر) ''ہے ہے اُف!''

چچا جعفر: ''ہے ہے چھوڑو، مجھے زبیدہ سے اس ہفتہ کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔''

نازی: (روحی کی مدد کرتے ہوئے پھول اٹھائے کھڑی ہے)
''اور باتیں تو صرف کھانے کی میز پر ہی ہوتی ہیں۔''

روحی: ''اس لیے کھانے کا وقفہ طویل ہونا چاہیے---اور کھانے کا وقفہ طویل تبھی ہوگا جب کھانے کی فہرست لمبی ہو۔''

پھوپھی مجتبائی: (نفرت کا لہجہ) ''جیسے نوالہ لے کر ہی بات کرنا ضروری ہو---''

نازی: (ہنستی ہے) ''ہی ہی ہی---مجتبائی پھوپھی کا بس چلے تو صرف آلو کا بھرتہ بنا کر میز پر رکھ دیں۔ ہی ہی ہی---''

مجتبائی: ''تم سب تو زبیدہ کو گویا مہمان سمجھ رہی ہو۔ بھئی ان کا اپنا گھر ہے۔ جو چاہیں گی کریں گی۔ اتنی فکر کاہے کی؟''

روحی: ''شہزادی عائشہ مشرقی پاکستان سے وہاں کے دلچسپ قصے لے کر آئی ہوں گی۔ اس دفعہ ان سے باتیں کر کے بڑا لطف آئے گا۔''

نازی: ''مشرقی پاکستان سے وہ صرف وہاں کے قصے لے کر ہی نہیں بلکہ عمدہ چائے کے ڈبے بھی لے آئی ہیں۔ آج صبح ٹیلی فون پر زبیدہ پھوپھی کے سیکریٹری کہہ رہے تھے۔''

روحی: ''بڑا اچھا کیا شہزادی عائشہ نے۔ ورنہ یہاں کی بدمزہ چائے پی کر سر میں درد ہو جاتا پھوپھی زبیدہ کے۔''

نازی: ''مجھے یاد ہے گذشتہ ہفتے وہ درد سر میں مبتلا ہو گئیں تھیں۔''

چچا جعفر: (اٹھ کھڑے ہوئے) ''مبتلا چھوڑو--- ان لوگوں کے آتے ہی مجھے

اطلاع دو۔ ضروری باتیں کرنی ہیں، میں کتب خانے میں ہوں‘‘ (کتب خانے کی طرف جاتے جاتے رکتے ہیں اور روحی کی طرف پلٹ کر کہتے ہیں) ’’صوفی نظر نہیں آئیں‘ اس سے کہنا شام تک موسیقی کی مشق کرے اور پیانو پر سے نہ اٹھے۔‘‘

روحی: ’’کہہ دوں گی چچا۔‘‘

چچا جعفر: ’’اور تم باغ کے تالاب پر جاؤ---ابھی جاؤ- سن لیا؟‘‘

روحی: ’’جی ابھی جا کر تالاب میں کودتی ہوں چچا۔‘‘ (چچا جاتے ہیں)

(روحی گلدانوں میں پھول آراستہ کرتے کرتے ذرا فکرمندی سے سر جھکائے دریچے کے آگے جا کھڑی ہوتی ہے اور پھوپھی مجتبائی کی طرف دیکھتی ہے اور پوچھتی ہے)

روحی: (فکر اور سنجیدگی سے)

’’نجانے چچا کو کیا ضروری باتیں کرنی ہیں پھوپھی زبیدہ سے؟‘‘

پھوپھی مجتبائی: ’’ریحانی اور صوفی کے متعلق باتیں کرنا چاہتے ہوں گے۔ اس سال صوفی کی تعلیم ختم ہو رہی ہے۔ ریحانی بچپن ہی سے صوفی کا خواستگار ہے مگر جعفر بھیا ریحانی کی بچگانی طبیعت سے بہت نالاں رہتے ہیں۔‘‘

روحی: ’’مجھے یقین ہے چچا جعفر صوفی کے لیے ریحانی بھیا کا رشتہ ضرور منظور کر لیں گے۔‘‘

پھوپھی مجتبائی: ’’ریحانی کی طفلانہ طبیعت اور لااُبالی مزاج سے جعفر مطمئن نظر نہیں آتے۔‘‘

روحی: ’’بھیا ریحانی کی طبیعت میں ہزار بچپن سہی مگر انہیں صوفی سے محبت جو ہے۔‘‘

پھوپھی مجتبائی: ’’خالہ زاد--- پھوپھی زاد بھائی بہنوں میں محبت تو ہو ہی جاتی ہے۔ اب

صوفی بھی ان کی سگی بھتیجی--- اور ریحانی بھی ان کا سگا بھتیجا۔ جو جعفر مناسب سمجھیں گے کریں گے۔‘‘

روحی: ’’چچا کو ان دونوں کے جذبات کا خیال رکھنا چاہیے۔‘‘

مجتبائی: (رفو کرتے کرتے) ’’دیکھو---‘‘

نازی: (طفلانہ شوخی کے لہجے میں) ’’مجھے معلوم ہے۔ مجھے معلوم ہے۔ آپا صوفی اور بھیا ریحانی ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، ہے نا آپا روحی؟‘‘

روحی: ’’بکومت تم جتنی لڑکی کو محبت کا نام تک نہیں لینا چاہیے۔‘‘

نازی: (برا مان کر) ’’کسی کتاب میں لکھا ہے؟‘‘

پھوپھی مجتبائی: ’’جا کر اپنا آموختہ پڑھو نازی بیٹا--- بڑوں کی باتوں میں دخل نہیں دیا کرتے۔‘‘

(موزہ اٹھا کر غور سے دیکھتی ہیں)

نازی: (غصے سے) ’’اور یہ صبح سے آپ اتنا پرانا سڑا موزہ کس کے لیے رفو کر رہی ہیں؟‘‘

روحی: (سر اٹھا کر موزے کو دیکھتی ہے اور ہنس پڑتی ہے) ’’واقعی پھوپھی- یہ تو پھینک دینے کے قابل ہے---‘‘

(باغ کی کھڑکی میں مالی نمودار ہوتا ہے)

مالی: ’’سلام حضور بیگم صاحبہ!‘‘

پھوپھی مجتبائی: (اپنے آپ سے

’’پھر آ گیا موذی کہیں کا--- ارے اب کیا لینے آیا؟‘‘

روحی: (شگفتگی سے) ’’لے آئے پھول؟‘‘

مالی: (روحی سے) ’’لیجیے صاحبزادی روحی- بڑی مشکل سے میں نے سفید

Scanned with CamScanner

گلاب ڈھونڈ نکالے ہیں۔"

روحی: (مڑکر دیکھتی ہے اور خوش ہو جاتی ہے)

"شاباش مالی!"

(ہاتھ بڑھا کر گلاب لیتی اور مسکراتی ہے)

مالی: "شالامار سے منگوائے ہیں بی بی۔"

روحی: "کمال کیا تم نے۔ پھوپھی زبیدہ تمہیں ضرور انعام دیں گی۔"

مالی: "نوازش ہے حضور کی---"

(سلام کر کے جاتا ہے)

پھوپھی: "شکر ہے دفع ہوا کمبخت کہیں کا۔ یقین کرو بیٹی روحی اپنے ہی باغ سے چرائے ہیں اور نام شالیمار کا لیتا ہے۔"

روحی: (بیزاری سے) "آپ خواہ مخواہ ہی بدگمان رہتی ہیں پھوپھی۔"

پھوپھی مجتبائی: "میرا خیال تھا نازی کو ساتھ لے لیتی اور خود باغ میں گھوم پھر کر اپنے ہی باغ کے پھول جمع کر لیتی اور انہیں پلاسٹک کے پھولوں کے ساتھ گلدانوں میں لگا دیتی۔ کسی کو پتہ نہ چلتا۔"

نازی: (ہنستی ہے شوخی سے)

"میں جو بتا دیتی ہوں پھوپھی زبیدہ کو۔ ہی ہی ہی۔"

روحی: "مزید برآں پھوپھی زبیدہ نقلی پھولوں سے کبھی مطمئن نہ ہوتیں۔"

پھوپھی مجتبائی: (خفگی اور خشکی سے) "وہ مطمئن ہوں نہ ہوں--- یہ سب خواہ مخواہ کے خرچ ہیں۔ بچت ہم سب کا قومی فریضہ ہے۔"

نازی: "جی ہاں یہی ایک فرض تو رہ گیا ہے ہمارے لیے۔"

(باغ کی کھڑکی کے پاس کسی لڑکی کے گنگنانے کی سریلی آواز آتی ہے)

"راوِ راوی سے صبا عنبر فشاں آتی ہے

خبر آتی ہے کہ وہ جانِ جہاں آتی ہے

جس کے پہلو میں میسر ہے سکونِ دل و جان

آج وہ نازشِ گل راحتِ جاں آتی ہے

خبر آتی ہے کہ وہ جانِ جہاں آتی ہے"

نازی: (کھلکھلا کر ہنس پڑتی ہے) "ہی ہی ہی۔ معلوم ہوتا ہے آپا صوفی کو خبر ہو گئی ہے کہ پھوپھی زبیدہ کے ساتھ ریحانی بھیا بھی آ رہے ہیں۔"

(باغ کی کھڑکی پر سے گزر کر دروازے میں سے صوفی ایک وارفتگی اور بے ساختگی سے اندر داخل ہوتی ہے۔ اٹھارہ انیس سال کی خوب صورت لڑکی۔ جدید چست لباس میں ہے۔ چہرہ فورِ مسرت سے گلاب کی طرح کھلا ہوا ہے)

صوفی: (فرطِ مسرت سے بے خود چہچہا کر) "ارے--- تم سب یہاں ہو؟ ہی ہی ہی---" (بلا مقصد ہنستی ہے)

روحی: (پلٹ کر صوفی کو دیکھتی ہے) "اور آپ جناب کہاں تشریف رکھتی ہیں؟ ہوئی موسیقی کی مشق؟"

صوفی: "اور آپ نے تیراکی کی مشق کر لی؟"

(ہنستی ہے)

نازی: (جلدی جلدی)

"آپا صوفی آپا صوفی ابھی ابھی آپ باغ میں کچھ گا رہی تھیں؟"

صوفی: "تمہیں کوئی اعتراض ہے؟"

نازی: "ہی ہی ہی--- آپ کو تو کوئی اعتراض نہیں پھوپھی مجتبائی؟ کیونکہ گانے

پرتو خواہ مخواہ کا کچھ خرچ نہیں ہوتا۔''

پھوپھی مجتبائی: (ڈانٹتی ہے) ''تم فضول مت بکا کرو نازی۔ میں کہتی ہوں کچھ فکر ہے اپنے آموختے کی؟ ہاں بیٹی صوفی۔ تم کیا کہہ رہی تھیں؟ ماشاء اللہ آج چہرہ گلاب کی طرح کھلا ہوا ہے۔''

(روحی مسکرا کر صوفی پر ایک نظر ڈالتی ہے)

روحی: (شوخی اور طنز آہستہ) ''ماشاء اللہ۔''

صوفی: ''آج میں بے حد خوش ہوں۔ پھوپھی زبیدہ جو آ رہی ہیں۔''

روحی: (پھول سجاتے سجاتے رک جاتی ہے اور ہنس پڑتی ہے) ''تو یہ کوئی نئی بات تو نہیں۔ ہر ہفتے ہی وہ آتی ہیں۔''

نازی: (بچپن کی سادگی کے لہجہ میں)
''میں جانتی ہوں۔ مجھے سب معلوم ہے کہ آپ اتنی خوش کیوں ہیں۔ بتادوں؟''

صوفی: ''تم اپنی عمر سے زیادہ عیار ہو۔''

نازی: ''ریحانی بھیا آ رہے ہیں اس لیے خوش ہیں نا آپ؟''

صوفی: ''ریحانی کے آنے پر خوش ہونا کوئی گناہ ہے؟''

نازی: ''میں کیا جانوں؟ صرف اتنا جانتی ہوں کہ ریحانی بھیا آپ کو اور آپ انہیں بے حد پسند کرتی ہیں۔''

پھوپھی مجتبائی: ''ہمارے زمانے میں تو اس عمر کی لڑکیاں کبھی لڑکوں کا نام بھی زبان پر نہ لاتی تھیں۔''

صوفی: ''تو پھوپھی، ریحانی کوئی غیر تھوڑا ہی ہیں۔ سب کا بچپن ایک جگہ کٹا۔''

نازی: ''اور آپا صوفی۔ چچا جعفر کہہ رہے تھے اس دفعہ انہیں زبیدہ پھوپھی سے

کچھ ضروری باتیں بھی کرنی ہیں۔''

صوفی: (چونک کر) ''اچھا؟'' (کچھ سوچنے لگتی ہے اور ذرا پریشان نظر آتی ہے)
''پھوپھی زبیدہ سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں؟ نجانے کیا باتیں ہوں گی---کاش میں سن سکتی۔''
(پریشان ہو کر بیٹھ جاتی ہے)

نازی: ''میں چھپ کر سن لوں اور آپ کو بتادوں؟''

پھوپھی مجتبائی: ''بری بات---یوں نہیں کیا کرتے---''

صوفی: ''پھوپھی مجتبائی-چچا جعفر سے آپ ریحانی کی سفارش نہیں کر سکتیں؟''

پھوپھی: ''میں؟ میں کیا کروں گی خود بھیا جعفر کو ریحانی سے بے پناہ محبت ہے۔ ہاں انہیں کوئی اعتراض ہے تو وہ صرف ریحانی کی لاابالی طبیعت پر ہے۔ کہتے ہیں کہ کندۂ ناتراش ہے۔ ریحانی ویسے بڑا محبت شعار پیارا لڑکا ہے۔ نقص ہے تو بس یہی کہ فضول خرچ اور بلا کا خراج ہے۔''

صوفی: (جل کر) ''خواہ مرد شرابی ہو، بدمعاش ہو، لولا لنگڑا ہو مگر آپ کے نزدیک---''

مجتبائی: (جملہ ختم کرتی ہے) ''فضول خرچ نہ ہو---''

صوفی: ''آپ کے بھی عجیب خیالات ہیں پھوپھی مجتبائی--- واقعی مجھے بڑا افسوس ہے۔''

نازی: ''مگر جعفر چچا نے کبھی اعتراض نہیں کیا کہ بھیا ریحانی فضول خرچ ہیں۔''

مجتبائی: (غصے سے) ''تم چپ رہو اور جا کر آموختہ دہراؤ۔''

روحی: ''اچھا اب یہ تو تو میں میں بند کرو۔ کمرہ کیسا لگ رہا ہے صوفی؟''

صوفی: (چاروں طرف دیکھتی ہے) ''تم نے اسے صحیح معنوں میں گلزار بنا دیا

Scanned with CamScanner

روحی--- پھول ہی پھول ہیں ۔ میرا خیال ہے باغ کے زینے پر سرخ قالین بچھوادینی چاہیے تاکہ پھوپھی زبیدہ اپنے مہمانوں کے ساتھ اس پر چل کر کمرے میں آئیں---‘‘

نازی: ’’اور بھیا ریحانی بھی---ہی ہی ہی۔‘‘

پھوپی مجتبائی: ’’کمرے میں تو ٹھیک ہے مگر باغ کے زینے پر خراب نہ ہو جائے اتنی قیمتی قالین---ابھی گذشتہ سردیوں میں تو دھلوائی تھی۔‘‘

صوفی: ’’اب خراب ہوتی ہے تو ہوتی رہے۔ سرخ قالین پر سے چل کر کمرے میں داخل ہونے میں جو لطف ہے وہ کسی بات میں نہیں۔‘‘

روحی: ’’واقعی پھوپھی زبیدہ کا سرخ قالینی استقبال ضرور ہونا چاہیے۔ پڑھا نہیں اخبار میں---؟ وہ حقوقِ نسواں کے لیے کیا کچھ نہیں کر رہی ہیں؟‘‘

پھوپھی مجتبائی: (جل کر) ’’تم لوگوں کا جو جی آئے کرو- ساری دولت لٹا دو- میں آئندہ دخل دینے کی نہیں۔‘‘

نازی: ’’وعدہ کرتی ہیں پھوپھی؟‘‘

(پھوپھی کی گود میں چڑھ کر ہنسنے لگتی ہے)

پھوپھی: ’’اے ہٹو بھی نازی اتنی بڑی لڑکی گود میں اچھی نہیں لگتی۔ فضول بکواس کرنے کی بجائے جا کر اپنا آموختہ پڑھو۔‘‘ (غصہ سے اٹھتی ہے) ’’اور میں باورچی خانے میں جا رہی ہوں ہدایات دینے کے لیے۔‘‘

روحی: ’’وہ میں دے چکی ہوں۔ اب آپ کھانوں کی فہرست میں سے کوئی چیز خارج نہ کیجئے گا۔‘‘

پھوپھی: (برہم ہو کر) ’’مجھے کیا پڑی ہے---اچھا ہو تو اونٹ بھی ذبح کر کے اس کے کباب بنالو۔‘‘

(دروازہ پھٹ سے بند کر کے باہر چلی جاتی ہیں)

صوفی: (دریچہ کھول کر باہر جھانکتی ہے) ’’بہار ہی بہار ہے۔ اور یہاں کتنا سکون ہے اور کتنا حسن۔ پھوپھی زبیدہ نے بڑا اچھا کیا کہ اُدھر ہمارے امتحان ہوئے اِدھر انہوں نے ہمیں یہاں بھیج دیا۔‘‘

روحی: ’’واقعی درس گاہوں اور امتحانوں کی باضابطہ زندگی کے بعد یہ جگہ جنت معلوم ہوتی ہے۔‘‘

صوفی: ’’روحی۔ ریحانی اس دفعہ امتیازی حیثیت سے کامیاب ہوئے ہیں۔ اب چچا کو چاہیے کہ ہمارے متعلق کوئی قطعی فیصلہ کر دیں۔‘‘

روحی: ’’اور بھیا ریحانی کو بھی بچپن چھوڑ کر سنجیدگی اختیار کرنی چاہیے صوفی۔‘‘

صوفی: ’’اس دفعہ ریحانی نے چچا جعفر کے نام ایک طویل خط لکھا ہے جس میں انہوں نے اپنے کردار کی پختگی اور اپنے مستقبل کے ارادوں کا ذکر کیا ہے۔‘‘

روحی: ’’وہ تو ہر چھٹیوں میں یہی کرتے ہیں۔‘‘

صوفی: ’’نہیں نہیں۔ اس سال ریحانی نے جو خط چچا کو لکھا ہے وہ ایسا خط ہے جسے پڑھ کر چچا ضرور متاثر ہوں گے اور ہماری شادی کا قطعی فیصلہ کریں گے---‘‘ (نازی کی طرف دیکھتی ہے) ’’نازی تم کیا کر رہی ہو؟ جاؤ اپنا آموختہ پڑھو- ابھی تمھاری عمر اس قسم کی باتیں سننے کی نہیں ہوئی۔‘‘

نازی: (جل کر) ’’آپ کی اور بھیا ریحانی کی عمریں تو بفضلِ خدا اس قابل ہو گئیں ہیں نا؟‘‘

صوفی: ’’بڑی گستاخ لڑکی ہے۔‘‘

روحی: (کچھ سوچتی ہوئی)

Scanned with CamScanner

’’دیکھو---ریحانی کے خط کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ چچا جعفر کو ریحانی بھیا سے بس شکایت ہے تو یہی کہ وہ ناتجربہ کار اور غیر ذمہ دار ہیں---‘‘

نازی: ’’سچ تو کہتے ہیں۔‘‘ (صوفی کی گود میں بیٹھنے کی کوشش کرتی ہے)

صوفی: (غصہ سے) ’’ہٹو‘‘

نازی: (ہنستی ہے) ’’جا کر آموختہ پڑھوں؟‘‘

(دروازہ ذرا سا کھلتا ہے اور چچا جعفر جھانکتے ہیں)

نازی: ’’ارے چچا جعفر؟---پیچش کی گولیوں کی ڈبیا تو غائب نہیں ہوئی؟‘‘

چچا جعفر: (سخت چڑچڑا لہجہ) ’’نہیں---‘‘

صوفی: ’’تسلیم چچا جعفر!‘‘

چچا جعفر: ’’تسلیم چھوڑو---میرے سوالوں کا جواب دو۔ ٹیلی فون پر کیا بتایا تھا کہ زبیدہ یہاں ٹھیک کس وقت پر پہنچیں گی؟‘‘

روحی: ’’میں نے کہا تھا نا آپ سے---کسی وقت---دوپہر کے بعد۔‘‘

چچا جعفر: ’’ٹرین سے یا جہاز سے؟‘‘

نازی: (ہنستی ہے) ’’ہی ہی ہی---آپ کی بتائی ہوئی دونوں میں سے کسی ایک سواری سے بھی نہیں---نہ ٹرین سے---نہ جہاز سے۔ بوجھیے کیسے آ رہی ہوں گی؟‘‘

چچا: (غصے سے) ’’تو پھر پیدل آ رہی ہوں گی---‘‘

(نازی کو گھور کر دیکھتے ہیں)

نازی: (ذرا ڈر کر) ’’میں جا کر اپنا آموختہ پڑھوں گی۔‘‘

(نازی چلی جاتی ہے)

روحی: ’’وہ کار سے آ رہی ہیں چچا۔‘‘

صوفی: ’’اور کار ریحانی چلا کر لا رہے ہیں چچا جان۔‘‘

چچا جعفر: ’’ریحانی؟ ہوں---پھر تو پہنچ چکے ہیں وہ لوگ۔‘‘

صوفی: (برا مان جاتی ہے آہستہ سے)

’’آپ ہمیشہ ریحانی سے بدظن رہتے ہیں۔ چچا جعفر!‘‘

چچا جعفر: ’’کیوں نہ رہوں بدظن؟ مجھے کچھ دیوانے کتے نے تو کاٹا نہیں ہے کہ خواہ مخواہ بدظن رہوں۔ جو شخص ریحانی کی تیز رفتاری اور اس کی افتادِ طبع سے واقف ہوگا وہ اس سے بدظن ہی رہے گا۔‘‘

صوفی: ’’اب وہ ایسے غیر ذمہ دار تو نہیں رہے۔ اس سال یونیورسٹی سے امتیازی حیثیت حاصل کر کے کامیاب ہوئے ہیں چچا۔‘‘

چچا: ’’جب آئے گا تو قلعی کھل جائے گی۔ بہرحال جب زبیدہ آئیں تو مجھے بلا لینا۔ ان سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں، میں نے اس دفعہ قطعی فیصلہ کر لیا ہے۔‘‘

(دروازہ پھٹ سے بند کر کے چلے جاتے ہیں۔ کمرے میں خاموشی ہے۔ ایک طرف صوفی سر جھکائے اپنے ناخن گھور رہی ہے دوسری طرف روحی ایک بہت لمبی آڑو کی ٹہنی گلدان میں کھڑا کرنے کی کوشش کر رہی ہے)

صوفی: (بے حد پریشان) ’’روحی!‘‘

روحی: (ٹہنی لگانے میں مصروف) ’’ہوں؟‘‘

صوفی: ’’یہ چچا کیا کہہ رہے تھے؟ قطعی فیصلہ انہوں نے کس بات کا کیا ہے؟ وہ بڑے غصے میں تھے۔ کیا ریحانی کی درخواست نامنظور کر دیں گے؟‘‘

روحی: ’’واقعی ان کا لہجہ درشت تھا صوفی۔ نجانے ریحانی نے اپنے خط میں کیا اوٹ پٹانگ باتیں لکھ دی ہیں۔ ریحانی کے متعلق ان کی رائے کبھی اچھی

Scanned with CamScanner

نہیں رہی۔ سچ پوچھو تو صوفی اس کی کچھ ذمہ داری ریحانی پر بھی عائد ہوتی ہے۔"

صوفی: (اب تک بے حد پریشان ہے) "نجانے انہوں نے قطعی فیصلہ کس چیز کا کیا ہے؟ اب تم بھی ریحانی ہی کو موردِ الزام ٹھہرا رہی ہو۔"

روحی: "لو--- اس میں تمہارے ناراض ہونے یا میرے الزام دھرنے کی کیا بات ہے، صوفی؟ ریحانی بھیا کی لاابالی طبیعت اور طفلانہ حرکات بزرگوں کو بری لگتی ہیں۔ اس پر طرہ ان کی شیخیاں--- یاد ہے ان حضرت نے سالِ گذشتہ کیا کارنامہ انجام دیا تھا---؟ ہی ہی ہی۔ (ہنس کر) حد کر دی تھی ریحانی نے۔"

صوفی: "وہ کراچی کے ریس کورس والا واقعہ؟"

روحی: "اور کیا--- اور اس کے بعد تو وہ خاندان کے بزرگوں کے قانون کی نظر میں حبسِ دوام کے مستحق ہو گئے۔"

صوفی: (ذرا شرمندہ) "خیر--- مجھے تو اب اس کی تفصیلات یاد نہیں رہیں۔"

روحی: "تو میں یاد دلاتی ہوں۔ سالِ گذشتہ یونیورسٹی کی چھٹیاں شروع ہوتے ہی انہوں نے بڑی سنجیدگی سے چچا جعفر کو لکھا تھا کہ وہ اس بار کی تعطیلات میں گھر آنے کی بجائے دیہات میں جا کر امتحان کی تیاری کریں گے۔ عذر یہ پیش کیا--- کہ گھر میں مختلف دلچسپیوں اور شہر کے ہنگاموں کے باعث لکھ پڑھ نہ سکیں گے۔ اور دیہات کی خاموش فضا میں ایک فلاسفر کی طرح بیٹھ کر سارا وقت لکھائی پڑھائی میں صرف کر دیں گے۔"

صوفی: (ذرا سا مسکراتی ہے)
"تو اس میں برائی کیا تھی؟"

روحی: "برائی؟" (ہنستی ہے) "ہی ہی۔ آگے سنتی جاؤ۔ ہاں تو چچا غریب نے خوش ہو کر فوراً اجازت دے دی کہ بیٹا سدھارو دیہات کو، اور کرو لکھائی پڑھائی۔"

صوفی: (مسکرا کر سارے واقعہ کو نظر انداز کرنے کے انداز میں) "خیر روحی اب جانے بھی دو پچھلے سال کی باتیں---"

روحی: "جانے کیوں دوں--- جب تم نے پوچھا ہے تو سارا قصہ ہی سن لو--- ہاں تو یاد ہے ان حضرت نے کیا کیا تھا--- (کھلکھلا کر ہنس پڑتی ہے) ہی ہی ہی--- نہ دیہات گئے نہ امتحان کی تیاری کی--- بس سیدھے کراچی کے ریس کلب پہنچے اور اپنے دوستوں کے ساتھ بلا ناغہ گھوڑ دوڑ کی محفلوں میں شرکت فرماتے رہے۔ وہاں چچا جعفر کے دوست نواب مرجان نے انہیں دیکھ لیا اور سارا کچا چٹھا چچا جعفر کو لکھ کر بھیجا۔ اب خیال کرو صوفی۔ ان حرکات کے بعد چچا جعفر کی نظروں میں ان کی کیا وقعت رہ گئی ہوگی؟"

صوفی: (کسی قدر برا مان کر) "روحی تم تو گڑے مردے اکھیڑتی ہو۔ اس سال وہ ایسے نہیں رہے۔ پورے اکیس سال کے ہو گئے ہیں۔"

روحی: "تو عقل و دانش کے کونسے سینگ نکل آئے؟"

صوفی: (متاثر۔ تھوڑی دیر بعد) "ہوں--- بے چارہ ریحانی، تم لوگ کیا جانو اس غریب نے کراچی جا کر ریس کیوں کھیلا تھا؟"

روحی: "کیوں کھیلا تھا؟ اس میں کون سی دانشمندانہ مصلحت تھی؟"

صوفی: "بے چارے کے پاس جیب خرچ ختم ہو گیا تھا۔ چچا جعفر اور پھوپھی مجتبائی نے ان پر فضول خرچی کا الزام لگایا تھا اس لیے وہ گھر سے روپیہ بھی

Scanned with
CamScanner

منگوانہ سکتے تھے۔اب تم ہی سوچو پھر بے چارہ کرتا کیا---؟''

روحی: ''مگر انہیں روپوں کی اتنی شدید ضرورت آخر کیوں لاحق ہوگئی تھی؟''

صوفی: ''وہ مجھے میری سالگرہ پر ایک بیش قیمت تحفہ جو دینا چاہتا تھا---آہ بے چارا۔''

روحی: ''یہی تو ریحانی کی بے وقوفی ہے۔تمہیں تحفہ دینے کی بجائے بزرگوں کی طرف سے لعنت ملامت کا تحفہ خود وصول کیا۔نجانے بھیا ریحانی کا یہ بچپن کب ختم ہوگا۔''

صوفی: ''تم دیکھ لینا روحی---اس سال وہ ایسے نہیں رہے۔عمر کے ساتھ ساتھ سنجیدہ اور دور اندیش ہوتے جاتے ہیں۔(مسکراتی ہے، پھر روحی کے قریب آتی ہے اور سرگوشی کرتی ہے)اور روحی---تمہیں معلوم ہے؟''

روحی: ''کیا؟''

صوفی: ''یہ بات صیغہ راز میں رکھنا۔انہوں نے چچا جعفر کے نام جو خط لکھا ہے اس میں انہوں نے درخواست بھی کر دی ہے''(فخریہ روحی کو دیکھتی ہے اور مسکراتی ہے)

روحی: ''حد ہوگئی---ان حالات میں تمہارے لیے درخواست کی ہے؟''

صوفی: (بے حد برا مان گئی ہیں)''تم کیوں جل گئیں---؟واقعی ریحانی درست کہتے ہیں تم ہم دونوں کی سدا کی دشمن ہو۔''

روحی: ''اور تم دونوں سدا کے بے وقوف ہو۔تم نے یہ بھی سوچا کہ ریحانی نے اس خط میں کیا کچھ لکھ مارا ہوگا؟اور چچا پر اس کا کیا الٹا اثر پڑے گا؟''

صوفی: ''تم فکر نہ کرو ریحانی نے چچا جعفر کے نام ایسا خط لکھا ہے جسے پڑھ کر ان کی آنکھیں کھل جائیں گی---۔''

روحی: (حقارت سے)''ہوں---کس کی؟ چچا جعفر کی یا خود ریحانی میاں کی؟''

صوفی: ''تم نے ٹھیک کہا روحی---میں چچا کی طرف سے سخت پریشان ہوں۔انہوں نے اس دفعہ ہمارے متعلق کوئی قطعی فیصلہ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔نجانے کیا فیصلہ کریں اور ہمارا کیا حشر ہو---''

(صوفی ایک کاؤچ پر نڈھال ہو کر بیٹھ جاتی ہے اور اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیتی ہے۔شاید سر جھکا کر رو بھی رہی ہے)

روحی: (متاثر نظر آتی ہے اور صوفی کے برابر جا بیٹھتی ہے)''ایسی سہانی صبح یوں اندیشوں کی نذر نہ کرو پیاری۔(اٹھ کر باہر چلی جاتی ہے۔کوئل دور زور زور سے کوک رہی ہے) ہائے- ہائے--- ہائے-سنی تم نے کوئل کی کوک؟ باہر کتنی حسین قرمزی رنگ کی صبح جلوہ گر ہے---زندگی میں ایسے سہانے دن کم ہی آتے ہیں صوفی!''

صوفی: (سر اٹھا کر۔چہرہ بے حد اداس)''چچا نے میرے اور ریحانی کے خلاف کوئی فیصلہ کر دیا---تب تو زندگی میں کوئی دن بھی سہانا نہ آئے گا روحی۔''

روحی: (متاثر نظر آتی ہے اور جا کر صوفی کے برابر بیٹھ جاتی ہے)''مگر صوفی پیاری۔یہ بھی تو سوچو کہ اگر چچا نے بالفرض کوئی ایسا ویسا فیصلہ کر بھی دیا تو بھلا ریحانی خاموش بیٹھ سکتے ہیں؟ ان کی طبیعت میں بغاوت بھی کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔وہ کب چچا کے کسی نامناسب فیصلے کو برداشت کر سکتے ہیں؟''

صوفی: (سر اٹھا کر روحی کی طرف دیکھتی ہے)''اور نہ ایسے موقع پر میں خاموش رہ سکوں گی۔''

Scanned with CamScanner

روحی: (شگفتگی کے انداز میں) ''بس پھر تم دونوں کی فتح ہے---ہاں بتاؤ ریحانی نے جو تمہیں دوبارہ فون کیا تھا تو کیا کہا تھا---؟''

صوفی: ''انہوں نے کہا تھا کہ وہ زبیدہ پھوپھی سے پہلے پہنچنے کی کوشش کریں گے تا کہ کچھ وقت باتوں کا مل جائے۔میرا خیال ہے وہ پہنچنے ہی والے ہیں۔''

روحی: ''پھر تو میرا خیال ہے---'' (کھڑی ہو جاتی ہے) ''دروازے کے پیچھے چھپ کر ریحانی کے آتے ہی انہیں ڈراؤں---'' (دروازے کی طرف جانے لگتی ہے)

صوفی: ''نہ نہ---ایسی کمینگی نہ کرنا۔اس وقت وہ بہت سنجیدہ ہوں گے۔''

روحی: (کھلکھلا کر ہنس پڑتی ہے)
''ریحانی اور سنجیدگی---؟'' (پھر ہنس پڑتی ہے) ''خیر چلو اٹھو۔باغ میں جا کر کوئلوں کی کوک سنیں۔''

صوفی: ''نہیں روحی---میں چاہتی ہوں میں بھی ریحانی کا انتظار کروں۔''

روحی: ''اچھا تو تم یہاں بیٹھ کر انتظار کھینچو۔میں باغ میں جا کر کوئل کی کوک سنتی ہوں---''

''اگر شراب نہیں انتظار ساغر کھینچ''

(مصرعہ گنگناتی ہوئی باہر نکل جاتی ہے)

(صوفی ہینڈ بیگ میں سے آئینہ نکال کر چہرہ درست کرتی ہے۔چند ہی لمحوں بعد---صوفی کے پیچھے والے باغ کے دریچے میں ایک شکیل نوجوان کا چہرہ نمودار ہوتا ہے۔وہ لمحہ بھر صوفی کو دیکھتا اور مسکراتا ہے۔پھر آہستہ سے دریچے میں سے چڑھ کر اندر کود پڑتا ہے۔اکیس سال کا شوخ و شنگ چھریرے جسم کا لڑکا۔گہرے رنگ کا نہایت چست اور فیشن ایبل

لباس پہنے ہوئے ہے۔اس کے کودنے پر صوفی بے انتہا خوفزدہ ہو کر چیخ مار کر کھڑی ہو جاتی ہے)

صوفی: (بھاگنے ہی والی تھی کہ رک گئی۔بے ساختگی کا لہجہ) ''ریحانی!''

ریحانی: (خود فراموشی کے عالم میں دونوں ہاتھ پھیلائے اس کی طرف بڑھتا ہے) ''صوفی،میری صوفی!بے تابی دل اور شوق دید نے مجھے اوروں سے پہلے یہاں پہنچا دیا---'' (دونوں ہاتھوں سے صوفی کو پکڑ کر اس کے سراپے پر بھر پور نظر ڈالتا ہے) ''غضب ڈھا رہی ہو غضب!!''

صوفی: (ذرا شرماتے ہوئے۔مسکرا کر) ''اور کس قدر سمارٹ لگ رہے ہو تم ریحانی!''

ریحانی: (تمکنت اور نخوت کے انداز میں مسکرا کر) ''لگ رہا ہوں نا سمارٹ؟یہی بات صبح سے کئی لوگوں نے کہی لیکن مجھے اوروں سے کیا---؟آؤ آڑو کی پھولوں سے لدی اس شوخ ٹہنی کے قریب بیٹھ کر کچھ کہیں،کچھ سنیں۔''
(کھینچ کر دریچے کے قریب گل دان سے نکلی ہوئی آڑو کی ایک گلابی ٹہنی کے پاس لے جاتا ہے)
''ہاں---اور اب صوفی پیاری!سب سے پہلے یہ بتاؤ---چچا جعفر کو میرا خط مل گیا؟''

صوفی: ''انہوں نے اس کا کوئی ذکر نہیں کیا ریحانی''

ریحانی: ''مشکل تو یہی ہے کہ وہ ہر چیز پیچش کی گولی سمجھ کر نگل جاتے ہیں اور ہضم کر جاتے ہیں۔آج کل ان کے رنگ ڈھنگ کیا ہیں؟''

صوفی: ''ان کے انداز بتا رہے ہیں کہ وہ اس دفعہ قطعی فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔''

ریحانی: ''ہمارے حق میں نا؟''

Scanned with CamScanner

(یکا یک روحی داخل ہوتی ہے)

روحی: ''نجانے کوئل کدھر اڑی (ریحانی پر نظر پڑتی ہے) ارے نازل ہو گئے تم ریحانی؟''

(ریحانی کھڑا ہو جاتا اور ازراہِ مذاق روحی کے آگے کورنش کے لیے جھکتا ہے)

ریحانی: ''آداب تسلیم۔ بندہ حاضر ہو گیا۔ آپ فرمایئے باغ کے تالاب میں سے باہر نکلنے کی اجازت کیسے مل گئی؟''

روحی: ''فضول باتیں چھوڑو۔ یہ بتاؤ پھوپھی زبیدہ وغیرہ کہاں ہیں---؟''

ریحانی: ''یہ لوگ تو سرے سے ذہن میں سے نکل گئے تھے۔ میں اپنے خط کا ردِعمل دیکھنے پہلے چلا آیا ہوں۔''

روحی: (ہنستی ہے) ''لیکن میں تمہارا ردِعمل دیکھ رہی ہوں۔ خاصے حواس باختہ لگ رہے ہو۔''

صوفی: ''ڈرنے کی تو بات ہی ہے روحی---''

ریحانی: (شیخی اور حقارت کے انداز میں)
''ہوں۔ ڈر کس بات کا آخر؟ وہ بھی چچا جعفر سے! سندر بن کے شیروں کے درمیان چہل قدمی کرنے والے سے تم یہ سوال کرتی ہو؟''

روحی: (حقارت سے) ''ہوں سندر بن۔ بات یوں کرتے ہو جیسے ساری زندگی شیروں کو مارتے گزری ہے--- پھر چچا جعفر سے اتنا ڈرنے کی کیا وجہ ہے؟''

صوفی: ''روحی اب اس بحثا بحثی کو چھوڑو۔ سنجیدگی سے سوچو کہ وہ خط چچا جعفر کو پہنچا بھی ہے کہ نہیں---''

روحی: (ریحانی سے) ''لکھا کیا تھا اس میں تم نے ریحانی؟''

ریحانی: (جوشیلے لہجے میں) ''بس کاغذ پہ رکھ دیا تھا کلیجہ نکال کر--- اگر اسے پڑھ کر بھی چچا جعفر متاثر نہ ہوئے تو میں سمجھوں گا کہ وہ گوشت پوست کے نہیں بلکہ پتھر اور وہ بھی سنگِ خارا کے بنے ہوئے ہیں۔''

صوفی: (بے حد متاثر) ''ریحانی اس میں تم نے یہ بھی لکھا کہ اب تم کس قدر سنجیدہ اور باعمل بن گئے ہو؟''

ریحانی: (عادتاً شیخیاں) ''میری جان صوفی وہ ایک ایسا خط ہے جس کی طرزِ تحریر املا، انشا اور فصاحت و بلاغت پر مجھے نوبل پرائز مل سکتا ہے۔''

صوفی: (بے حد مرعوب)
''واقعی ریحانی؟ کیا تم سچ کہتے ہو؟''

روحی: ''ان شیخیوں کو رہنے دو۔ کام کی بات کرو۔ آخر لکھا کیا ہے تم نے اس میں؟''

ریحانی: ''بس کچھ نہ پوچھو روحی۔ چچا اسے پڑھ کر رونے لگیں گے۔''

روحی: (مسکراتی ہے) ''تمہاری قسمت پر؟''

ریحانی: ''ارے پاگل لڑکی۔ تاثیر دردِ محبت پر۔ میں نے کیا نظم۔ کیا نثر۔ اس کمال کی اس خط میں میں لکھی ہے کہ وہ عش عش کر اٹھیں گے۔''

روحی: ''غضب خدا کا--- تم نے اس خط میں نظم بھی لکھی ہے؟ چچا جعفر کو شاعری سے دلی نفرت ہے۔''

ریحانی: ''تو یہ ان کی بدذوقی ہے۔ انسانی فطرت کو متاثر کرنے کے لیے دو صفحوں کی نثر کے مقابلے میں ایک مصرع کافی ہوتا ہے اور مجھے یقین ہے کہ چچا جعفر انسان ہیں۔''

Scanned with CamScanner

روحی: "خیر---بتاؤ اور کیا لکھا تم نے؟"

ریحانی: "میں نے اپنے اس خط میں محبت کے فلسفے پر بھی کچھ بحث کی ہے۔"

روحی: (چونک پڑتی ہے) "محبت کے فلسفے پر، سمجھو ڈوب گئی لٹیا۔ تم جانتے ہو چچا کو محبت سے کس قدر نفرت ہے۔"

صوفی: "دنیا کی کوئی ایسی چیز بھی ہے، جس سے چچا کو نفرت نہ ہو؟"

روحی: "اور کیا لکھا اس خط میں تم نے؟"

ریحانی: "میں نے شاعری کی آڑ لے کر چچا پر ہلکے ہلکے چوٹ بھی کی ہے۔"

روحی: "اف غضب، تمہارا یہ حوصلہ؟"

ریحانی: "شاعری کی زبان میں تو گالی بھی ناجائز نہیں ہوتی روحی!"

(یکا یک غیر متوقع طور پر چچا جعفر داخل ہوتے ہیں۔ صبح کے کپڑے تبدیل کر چکے ہیں۔ ہلکے گہرے رنگ کا سوٹ---کوٹ کے کاج میں چھوٹا سا گلاب)

(لڑکیاں خصوصاً ریحانی گھبرا جاتا ہے)

ریحانی: (وفورِ جذبات سے زبان میں بہت ہلکی لکنت) "تس---تسلیم چ---چچا جعفر---آ---آداب۔"

چچا جعفر: (جو ریحانی کو یہاں غیر متوقع طور پر دیکھتے---اور پھر دیکھتے ہی آتش پا ہوجاتے ہیں) "تم؟ اور یہاں وارد ہونے کی جرات---یہ آداب تسلیم میں کچھ نہیں سننا چاہتا---(چیخ پڑتے ہیں) دفع ہوجاؤ اسی وقت دفع ہو جاؤ میری آنکھوں کے سامنے سے!

☆O☆O☆ پردہ ☆O☆O☆

دوسرا ایکٹ

سین

(اسی دن کی بے حد حسین شام---اسٹیج پر سامنے کا لمبا دریچہ کھلا ہوا ہے۔ لمبی لمبی ٹہنیوں پر ہلکے گلابی رنگ کے بے شمار پھول اور کلیاں شام کی ہوا سے لہلہاتی نظر آ رہی ہیں۔ گلابی پھولوں کے بیک گراؤنڈ میں شام کا گہرا نیلا آسمان، چڑیوں کے چہچہے---رہ رہ کر کوئل کی کوک۔ ڈرائنگ روم میں مختصر نفیس فرنیچر، سبک سے جالی کے رنگین پردے۔ اونچے اونچے گلدانوں میں تازہ گلاب کے پھول۔ پردہ اٹھتا ہے تو اسٹیج خالی پڑا ہے)

(چند لمحوں بعد روحی گلابی ریشم کا چست لباس اور گلے میں موتیوں کی تین لڑیوں کی مالا پہنے مسرت کی وارفتگی میں دروازہ کھول کر تیزی سے نمودار ہوتی اور کانوں میں کوئی زیور پہننے کی کوشش کرتے ہوئے تیزی سے دریچے کی طرف بھاگتی اور باغ میں جانکلتی ہے)

☆O☆O☆O☆O☆O☆

روحی: (کانوں میں زیور اٹھانے کی کوشش کرتے ہوئے۔ مسرت سے بے خود) "کوئی دم میں آ جائیں گی پھوپھی زبیدہ---(پھر یکا یک) ارے صوفی---صوفی، کہاں رہ گئیں تم؟"

صوفی: (مدھم آواز میں اندر سے) "آ رہی ہوں روحی---"

روحی: "آ بھی چکو---وقت کہاں ہے؟---وہ لوگ پہنچنے ہی والے ہیں۔"

(صوفی ہلکے دھانی رنگ کے لباس میں داخل ہوتی ہے)

Scanned with CamScanner

روحی: (ذرا حیران) ''ارے کوئی زیور نہیں پہنا تم نے؟''

(صوفی خاموش کھڑی رہتی ہے)

روحی: ''اب اتنی اداس نہ ہو جاؤ صوفی --- پھوپھی زبیدہ آ رہی ہیں -- شاید تم لوگوں کی مشکل حل ہو جائے۔''

صوفی: (بے حد اُداس) ''مگر چچا جعفر کا رویہ نہایت خوفناک تھا روحی --''

روحی: ''خوفناک تو تھا پر پھوپھی زبیدہ ---''

(اچانک باغ میں کار کے رکنے کی آواز۔ پھر نسوانی نازک آوازیں اور قہقہے)

روحی: (خوشی سے بے خود) ''آ گئیں پھوپھی زبیدہ --- چلو بھاگو۔ باغ میں جا کر ان کا خیر مقدم کرتے ہیں ---''

(صوفی کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے باغ میں بھاگ جاتی ہے)

(احمد داخل ہوتا ہے۔ دروازے کا پردہ ہٹا کر مہمانوں کے انتظار میں بت بنا کھڑا ہو جاتا ہے۔ پھوپھی زبیدہ داخل ہوتی ہیں۔ پچاس سال کی ذرا بھاری بھر کم نہایت دلکش خاتون۔ سرخ و سفید ہلکا ہلکا میک اپ کیا ہوا، رعب دار چہرہ۔ فاختائی رنگ کے نفیس ریشم کا لباس ہے۔ بال احتیاط سے سنوارے ہوئے۔ کانوں میں جگمگاتے ہیروں کے آویزے۔ چال اور انداز و ادا میں شدید وقار اور تمکنت، پرانے مغلیہ شاہی خاندان کی شہزادی معلوم ہوتی ہیں۔ ان کے دائیں بائیں روحی اور صوفی ہیں۔ روحی وفورِ مسرت سے کھلی ہوئی۔ صوفی کسی قدر کملائی ہوئی ہے۔ ان کے پیچھے شہزادی عائشہ ہیں۔ زبیدہ کی ہم عمر ہیں۔ قد ذرا چھوٹا۔ جسم کسی قدر فربہ۔ ان کا میک اپ ذرا تیز ہے۔ گلے میں بہت سے موتیوں کے ہار ہیں۔

لباس نہایت اعلیٰ سفید رنگ کا جس پر کہیں کہیں نقرئی چمک عیاں ہے۔ چہرے پر خوش دلی اور چلبلاہٹ ہے۔ ہاتھ میں جلتا ہوا سگریٹ۔ ان کے داخل ہوتے ہی احمد کورنش کے لیے جھکتا اور پھر پیچھے پیچھے قدم رکھتا دروازے سے باہر نکل جاتا ہے)

پھوپھی زبیدہ: (زناٹے سے بولتی ہوئی دروازے سے داخل ہوتی ہیں)
''عائلی قوانین جاری ہونے سے پہلے نکاح کا درج رجسٹر کرانا قانوناً لازمی نہیں تھا۔ نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ کئی ظالم مرد اپنی کوئی مصلحت مدِنظر رکھتے ہوئے سرے سے نکاح سے منکر ہو جاتے تھے ---''

(صوفے پر بیٹھ کر سگریٹ سلگاتی ہیں۔ روحی اور صوفی دائیں بائیں بیٹھ جاتی ہیں)

شہزادی عائشہ: (صوفے پر بیٹھ کر) ''مگر زبیدہ مسلم عائلی قانون سے پہلے بھی نکاح آخر ہوتے ہی تھے ---'' (جھک کر ایش ٹرے میں سگریٹ رگڑتی ہیں)

زبیدہ: (سگریٹ کا کش لے کر) ''ایسے نکاح اکثر طلاق دیئے جانے کے لیے ہوتے تھے۔ یہ مجازی خدا جس وقت بھی چاہتا اپنے دہنِ مبارک سے تین دفعہ ''طلاق'' ''طلاق'' ''طلاق'' کہنے کی تکلیف گوارا کر لیتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی بے چاری عورت محبت، تحفظ، اولاد ساری نعمتوں سے لمحہ بھر میں بڑی آسانی سے محروم ہو جاتی تھی۔''

عائشہ: ''واقعی۔ بڑا ظلم ہوتا تھا ---''

پھوپھی زبیدہ: (سگریٹ کا ایک کش لے کر) ''اس لیے نئے ضابطے کے مطابق نکاح کی رجسٹری ضروری قرار دے دی گئی۔ اب مرد کے لیے یہ سہولت باقی نہیں رہی کہ وہ وقوعہ نکاح سے یا اپنے بیوی بچوں کے حقوق سے دستبردار

Scanned with CamScanner

ہو---(جھکتی اور سگریٹ کی راکھ ایش ٹرے میں جھاڑتی ہیں)---توبہ توبہ---سارا ہفتہ جلسوں اور میٹنگوں کی نذر ہو گیا۔ جب سے تم مشرقی پاکستان سے آئی ہو کھل کر بات ہی نہ ہو سکی۔ ہاں عائشہ یہ بتاؤ---مشرقی پاکستان کا موسم کیسا ہوتا ہے---؟ میرا مطلب ہے طوفانوں کے علاوہ بھی اگر وہاں کا کوئی موسم ہوتا ہو تو---؟''

عائشہ: ''مشرقی پاکستان کا موسم تو زبیدہ---بے حد شاعرانہ ہوتا ہے۔ وہاں ہر وقت ہی ساون کے مزے آتے ہیں۔''

زبیدہ: (شگفتگی کے انداز میں) ''اچھا؟---پھر تو وہاں جیوٹ کے علاوہ چھتریوں کی تجارت بھی بڑی نفع بخش ثابت ہو سکتی ہے؟''
(ہلکا قہقہہ لگاتی اور پھر سر پھیر کر کمرے میں تازہ گلابوں کو دیکھتی ہے)
''افوہ---سارے ہفتے کی شدید مصروفیات کے بعد ان تروتازہ گلابوں کو دیکھنا ایک نعمت ہے---(لحہ بھر بعد لڑکیوں سے مخاطب ہوتی ہے)
بتاؤ پیاریو۔ چھٹیوں کا مزہ آ رہا ہے یہاں؟''

روحی: ''آپ کے بغیر بالکل نہیں آ رہا تھا پھوپھی زبیدہ!''

پھوپھی زبیدہ: (فخریہ انداز سے) ''مجھے یقین تھا---''

صوفی: ''مگر اب آئے گا پھوپھی زبیدہ!''

زبیدہ: (فخریہ ہنستے ہوئے) ''اس کا بھی مجھے یقین تھا---میرے بغیر تم دونوں کہیں بھی خوش نہیں رہ سکتیں۔ مگر مصیبت تو میری مصروفیات ہیں---
اب دیکھو کہ دو دن سے زیادہ یہاں نہ ٹھہر سکوں گی۔ اپوا کی میٹنگیں، بہبودِ اطفال کے سالانہ اجلاس، بین الاقوامی خواتین کلب کے دو بڑے بڑے ڈنر سر پر ہیں۔ (سگریٹ ایش ٹرے میں رگڑتے ہوئے عائشہ سے)

حالانکہ ایمان کی بات یہ ہے عائشہ! میں ان ڈنر پارٹیوں میں جا کر سخت اکتاتی ہوں۔ وہاں کیا ہوتا ہے سوائے کھوکھلی باتوں کے!''

عائشہ: ''مگر زبیدہ آج کل تو کھوکھلی باتیں از حد ضروری ہیں۔ کیونکہ محفلوں کی رونق انہیں کھوکھلی باتوں پر منحصر ہوتی ہے۔''

زبیدہ: ''خیر ویسے تو میں خود بھی زیادہ ٹھوس باتوں کی کچھ قائل نہیں عائشہ۔ اس سے اعصاب تہہ و بالا ہو جاتے ہیں۔''

عائشہ: ''ٹھیک کہتی ہو زبیدہ---(روحی اور صوفی کی طرف دیکھتی ہے) ماشاء اللہ اب تم دونوں کتنی بڑی اور پیاری ہو گئی ہو۔ یہ چیونٹیوں کے برابر ہوا کرتی تھیں۔ بتاؤ امتحان ختم ہو گئے؟''

صوفی: ''جی ہاں شہزادی عائشہ!''

روحی: (چہک کر) ''نہ صرف کامیاب---بلکہ امتیازی حیثیت لے کر کامیاب ہوئی ہیں شہزادی عائشہ!''

عائشہ: ''شاباش بچو---آؤ تم دونوں کو پیار کروں۔''
(ہاتھ پھیلاتی ہے۔ دونوں اٹھ کر باری باری جھکتی اور پیار کرواتی ہیں)

پھوپھی زبیدہ: ''اس سال ریحانی میاں نے بھی خلافِ توقع شاندار کامیابی حاصل کی ہے۔''

عائشہ: (ذرا ہنستی ہے) ''ریحانی نے بھی---؟ بھئی کمال ہو گیا۔ اس شریر لڑکے نے مجھے بتایا ہی نہیں۔''

پھوپھی زبیدہ: ''شریر تو وہ بچپن سے ہے مگر ہے بے حد ذہین۔''

عائشہ: ''یقیناً۔ شرارت اور ذہانت لازم و ملزوم چیزیں ہیں۔ آخر یہ ایٹم بموں کی ایجاد---یہ ہیروشیما کی تباہی---یہ سب کچھ شریر اور ذہین بچوں کی

Scanned with CamScanner

شرارتیں ہیں نا۔''

روحی: (لاڈ سے) ''پھوپھی زبیدہ۔ ہمارے امتحانوں کی کامیابی کے سلسلے میں میرا خیال تھا کہ آپ ایک شاندار ضیافت کر ڈالیں گی۔''

پھوپھی زبیدہ: (محبت سے) ''ضرور پیاری۔ لیکن ان دنوں مصروفیت اس غضب کی ہے ---تاہم ایک شرط پر یہ ضیافت ہو سکتی ہے۔''

روحی: ''وہ کیا شرط ہے پھوپھی؟''

پھوپھی زبیدہ: (ہنس کر) ''شرط یہ ہے کہ اس ضیافت کا سارا انتظام تم تینوں مل کر کرو تاکہ تم تینوں میں احساسِ ذمہ داری پیدا ہو۔''

شہزادی عائشہ: (کوئل کے کوکنے کی آواز) --- (ادھر ادھر دیکھتی ہے) ''بھئی یہاں بڑا سکون ہے--- (اٹھ کر دریچے میں سے باہر جھانکتی ہے) باہر لہلہاتا ہوا باغ ہے، خنک اور نتھری ہوئی ہوائیں---اور سکوت---''

زبیدہ: (ایک انداز سے اپنے ریشمی دامن سمیٹتی ہیں پھر یوڈی کلون کی بوتل سونگھتی ہیں) ''یہی وجہ ہے کہ لڑکیوں کی چھٹیاں شروع ہوتے ہی میں انہیں یہاں بھیج دیتی ہوں---'' (کوئل کا کوکنا بند) چڑیوں کے چہچہے تو سنو۔

عائشہ: ''شہر کی باضابطہ زندگی کے بعد کچھ دن آرام و سکون میں ضرور گزارنے چاہئیں۔''

زبیدہ: (ایک انداز سے ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر) ''شہر سے دور یہ جگہ میں نے اسی لیے اپنے لیے مخصوص کی ہے عائشہ تاکہ ہفتے کے آخری دنوں میں شہر کی جنون خیز مصروفیات سے محفوظ رہوں اور چند گھنٹے اپنے اعصاب کو سکون پہنچاؤں۔ خیال کرو۔ یہ ہفتہ کس دیوانگی کی مصروفیت میں گزرا ہے۔ اب تک میرے اعصاب ٹھیک نہیں ہوئے۔''

عائشہ: (دریچے میں کھڑی باہر کا نظارہ کر رہی ہیں) ''حدِ نظر تک حسن اور سکوت ہے، پر زبیدہ یہاں چوروں کا کوئی ڈر تو نہیں؟''

زبیدہ: (مسکراتی ہے) ''چوروں سے تم ایسے ڈرتی ہو جیسے عائلی قانون سے پہلے بیویاں اپنے شوہروں سے ڈرا کرتی تھیں۔ یہ وہم تمہیں ساری عمر رہا۔''

(نازی ایک سیب کھاتی ہوئی داخل ہوتی ہے)

نازی: (چونک پڑتی ہے) ''ارے آپ لوگ کب پہنچیں؟ تسلیم۔''

(پھوپھی زبیدہ کی گود میں بیٹھنے لگتی ہے)

زبیدہ: ''ہائیں ہائیں۔ میرے کپڑے۔ میرے۔ دامن--- بچ کر بیٹھنا نازی پیاری۔ ایک شکن بھی پڑ جائے تو میرے اعصاب---''

عائشہ: ''جیتی رہو۔ اب تو خاصا قد نکال لیا تم نے---''

نازی: (خوش ہو کر۔ سیب کو منہ میں داخل کرنے سے پہلے) ''اب تو میں ایک بڑی عورت لگنے لگی ہوں نا شہزادی عائشہ؟''

عائشہ: (ہنستی ہے) ''بالکل بالکل''

نازی: ''مگر آپا صوفی اور آپا روحی کہتی ہیں کہ میں محبت کے متعلق کوئی بات نہ کروں۔''

عائشہ: (مسکرا کر) ''ہاں پیاری خیریت اسی میں نظر آتی ہے۔''

صوفی: (ذرا بے چین ہو کر اٹھ کھڑی ہوتی ہے) ''نجانے پھوپھی مجتبائی کہاں رہ گئیں میں جا کر انہیں بلا لاؤں---''

(جاتی ہے۔ نازی پیانو والی کرسی پر بیٹھ جاتی ہے)

نازی: (ہنستی ہے) ''ہی ہی ہی! پھوپھی مجتبائی نوکروں کی چوریاں پکڑ رہی تھیں۔''

Scanned with CamScanner

عائشہ: (خوف زدہ) ''کیا کہا تم نے؟ چور پکڑ رہی تھیں؟''
(پریشان سی نظر آرہی ہے)

نازی: ''جی نہیں چوریاں---''

روحی: ''فضول باتیں نہ کیا کرو۔''

عائشہ: (بے حد خوف سے) ''اُف خدا وندا۔ چوروں سے میری روح لرزتی ہے۔ تم جانتی ہو زبیدہ۔ طالب علمی ہی کے زمانے ہی سے میں چوروں سے کس قدر نفرت کرتی ہوں۔ تو کیا چور گھس آئے تھے؟ کون پکڑ رہا تھا ان چوروں کو؟''

نازی: ''پھوپھی مجتبائی---ہی ہی ہی''
(اطمینان سے سیب کھاتی ہے)

زبیدہ: (کسی قدر غصے سے) ''نازی--- (بات ٹالتے ہوئے) خوف زدہ ہونے کی کوئی بات نہیں عائشہ۔ قصہ یہ ہے کہ تم کو جس قدر چوروں سے نفرت ہے--مجتبائی کو اسی قدر چیزوں کے چوری ہونے سے نفرت ہے۔''

عائشہ: ''مگر دن دہاڑے؟''

روحی: ''چائے منگواؤں پھوپھی زبیدہ؟''

پھوپھی: ''ضرور بیٹی۔''
(روحی جاتی ہے)

عائشہ: (وحشت زدہ) ''مجھے یہاں کا ماحول، یہاں کی خاموشی دیکھتے ہوئے پہلے ہی چور کا خیال آ گیا تھا---''

نازی: 'پھوپھی مجتبائی کے خیال کے مطابق تو یہاں کرسی، الماری، درخت سب

کے پیچھے چور چھپے ہوئے ہیں۔''

عائشہ: ''اُف میرے معبود---لیکن زبیدہ۔ اس ویرانے میں تم نے یہ کوٹھی سکونِ اعصاب کے لیے بنوائی تھی---''

زبیدہ: (بات ٹالنے کے لیے، کسی قدر بیزار) ''تم بھی کیا قصہ لے بیٹھیں۔ کچھ مشرقی پاکستان کے قصے تو سناؤ۔ وہاں بھی اپنے ملک وقوم کے لیے جوش و خروش کا وہی جذبہ ہے جو یہاں ہمارے ہاں ہے؟''

عائشہ: ''یاد ہوگا برصغیر میں جب انگریزوں کے خلاف علمِ بغاوت اٹھایا گیا اور ملک کی آزادی کی داغ بیل پڑی تو سب سے پہلے بنگال ہی نے مشعلِ قومیت جلائی تھی۔ اور یہ شعلۂ عریاں اب تک وہاں موجود ہے۔''

زبیدہ: (ہنستی اور دوسرا سگریٹ جلاتی ہے) ''اچھا؟ باوجود وہاں کی تیز و تند طوفانی ہواؤں کے؟''

عائشہ: ''وہاں گوشہ گوشہ میں حب وطن کی تپش ہے۔''

زبیدہ: ''تبھی اتنی بارشیں ہوتی ہیں۔''

(دروازہ کھلتا ہے اور پھوپھی مجتبائی بہت ہی سادہ لباس میں اندر داخل ہوتی ہیں)

مجتبائی: ''خوش آمدید زبیدہ!''
(پھوپھی زبیدہ کھڑے ہوکر گلے ملتی ہیں)

زبیدہ: (شہزادی عائشہ کی طرف مڑتے ہوئے) ''عائشہ! یہ میری چھوٹی بہن مجتبائی ہیں اور یہ میری بچپن کی سہیلی شہزادی عائشہ ہیں۔ مشرقی پاکستان کے دورے سے ابھی ابھی لوٹی ہیں۔''

عائشہ: (کھڑی ہوکر) ''آداب! مزاج شریف؟''

Scanned with CamScanner

مجتبائی: ''تسلیم! تشریف رکھیے۔''

(عائشہ اور مجتبائی بیٹھ جاتی ہیں۔ نازی مجتبائی کی گود میں چڑھ بیٹھتی ہے)

مجتبائی: ''بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔ زبیدہ سے اکثر آپ کا نام سنا کرتی تھی۔ میں پہلے آتی --- مگر ان کمبخت چوروں بلکہ یوں کہیے، ڈاکوؤں سے فرصت بھی ملے۔''

(شہزادی عائشہ گھبرا کر کھڑی ہو جاتی ہیں)

عائشہ: ''اُف!''

زبیدہ: ''یہ کیا گھریلو الجھنیں لے بیٹھیں تم مجتبائی --- اطمینان سے بیٹھ جاؤ عائشہ۔ میری بہن کو خانہ داری سے عشق کی حد تک دلچسپی ہے۔''

عائشہ: (بیٹھ جاتی ہے) ''اچھا --- جبھی انہوں نے شادی نہیں کی۔''

(صوفی داخل ہوتی ہے)

صوفی: ''یہ لیجیے مجتبائی پھوپھی۔ آپ کی کنجیوں کا گچھا۔''

(ایک بہت ہی وزنی اور بے حد بڑا گچھا دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر مجتبائی کی طرف بڑھاتی ہے۔ مجتبائی لپک کر وزنی گچھا بڑی آسانی سے لے لیتی ہیں)

نازی: (کھلکھلا کر ہنستی ہے) ''ہی ہی ہی --- یہ گچھا اٹھا کر آپ تھکتی نہیں؟ اس کے لیے تو ایک مزدور چاہیے۔''

مجتبائی: ''اچھا کیا صوفی بیٹی تم نے --- چابیوں کا گچھا وہاں چوروں میں نہ چھوڑا --- ہاں میں کیا کہہ رہی تھی --- ؟ بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر شہزادی عائشہ --- میں پہلے آتی --- پر آج صبح صبح فرج سے ایک انڈا اڑ گیا ---''

عائشہ: (خوف زدگی اور حیرانی سے دوبارہ کھڑی ہو گئیں) ''اڑ گیا' یہ گھر آسیب زدہ تو نہیں؟''

نازی: (ہنستی ہے) ''ہی ہی ہی - چور اور آسیب۔''

زبیدہ: (بے چین سی ہو جاتی ہیں، اکتا کر) ''ان قصوں کو چھوڑو۔ چائے منگواؤ صوفی بیٹی!''

صوفی: (غصے سے نازی سے) ''نازی فضول باتیں کرنے کی بجائے تم اندر جا کر احمد سے کہو چائے لے آئے فوراً۔''

نازی: (غصے سے صوفی کو گھورتی ہوئی دروازے کی طرف مڑتی ہے) ''بہت اچھا، کہے دیتی ہوں ---'' (چلی جاتی ہے)

(نازی کے جاتے ہی احمد چائے کی ٹرالی لے آتا ہے)

احمد: (باریک آواز میں) ''چائے تیار ہے حضور ---'' (چلا جاتا ہے)

(صوفی اٹھ کر چائے بنانے میں مصروف ہو جاتی ہے)

عائشہ: (اب تک پریشان کھڑی ہے) ''کیا کہہ رہی تھیں ایک انڈا اڑ گیا؟ کیسے؟ اور کیوں؟''

مجتبائی: ''اے ہے بہن۔ ان کمبخت چوروں کے ہاتھوں انڈے کے اڑنے میں دیر ہی کیا لگتی ہے؟ ہاتھ کی صفائی ایسی دکھاتے ہیں --- کل دوپہر شہد کی بوتل کی بوتل اڑ گئی ---''

صوفی: (کسی قدر بے زاری سے) ''مجتبائی پھوپھی۔ اب رہنے دیجیے یہ قصے۔ آپ تشریف رکھیے شہزادی عائشہ اور یہ لیجیے چائے ---''

(چائے کی پیالی پیش کرتی ہے)

عائشہ: (چائے لے کر) ''شکریہ بیٹی' (صوفے پر بیٹھ جاتی ہے اور چائے کی پیالی

Scanned with CamScanner

کو بے دلی سے ہونٹوں سے چھو کر پھر مجتبائی کی طرف مخاطب ہوتی ہیں) کیا واقعی؟ --- مگر یہ چیزیں اڑتی کس طرح ہیں؟"

(پھوپھی زبیدہ ان باتوں کے دوران اکتا کر ہینڈ بیگ میں سے کچھ کاغذات نکال کر دیکھ رہی ہیں اور کبھی کبھی معترض نظروں سے مجتبائی کو دیکھ لیتی ہیں)

مجتبائی: "سیدھے سادھے چور ہیں سارے کے سارے۔"

عائشہ: (متوحش) "چور؟" (ڈر کر کھڑی ہوا جاتی ہے)

زبیدہ: (بیزار اور کسی قدر خفگی سے بولتی ہیں) "یہ سب مجتبائی کے وہم ہیں۔ توبہ مجتبائی! تمہاری کفایت شعاری اور نوکروں کی طرف سے بدگمانی اب نقطہء جنوں پر جا پہنچی ہے۔ مجھے اس موضوع سے کوئی دلچسپی نہیں۔

مجتبائی: "میں ذرا دیکھ آؤں --- اندر کیا کچھ اڑ رہا ہے۔" (جاتی ہے)

(باغ کے دریچے میں ریحانی کا سر نمودار ہوتا ہے۔ پہلے کمرے کا جائزہ لیتا ہے، جب دیکھتا ہے کہ چچا موجود نہیں --- تو دریچے میں چڑھ کر اندر کودتا ہے)

ریحانی: "تسلیم!"

عائشہ: (چیخ مارتی اور پھر کھڑی ہو جاتی ہے) "ہائے چور ---"

صوفی: (ریحانی کی بے جا حرکت پر گھبرا کر کھڑی ہو جاتی ہے)

"گھبرائیے نہیں۔ شہزادی عائشہ! دروازہ بند تھا اسی لیے ریحانی کو دریچے میں سے آنا پڑا --- (ریحانی کی طرف مڑ کر آہستہ سے ڈانٹتی ہے) اس قسم کی حرکات سے تو تم بدنام ہوئے ہو۔"

ریحانی: "میں معافی چاہتا ہوں۔"

زبیدہ: "ریحانی! تمہاری یہ حرکت سخت قابلِ اعتراض ہے، شہزادی عائشہ کو تم نے پھر ڈرا دیا۔ ویسے بھی دریچے سے داخل ہوئے ---"

ریحانی: "میں دلی معافی چاہتا ہوں پھوپھی اماں پیاری۔ شہزادی عائشہ میں سخت نادم ہوں۔"

عائشہ: (ہنستے ہوئے) "کوئی بات نہیں بیٹے ---"

زبیدہ: "دریچوں سے کمرے میں داخل ہونا چھوڑ دو پیارے! معیوب سی بات ہے۔ اب تمہیں بتدریج سنجیدگی اختیار کرنی چاہیے۔"

صوفی: (سفارش کرتی ہے) "آئندہ سے یوں نہیں کیا کریں گے پھوپھی زبیدہ پیاری۔"

زبیدہ: "جعفر بھیا کو بھی تمہاری اس عادت پر سخت اعتراض ہے۔"

ریحانی: "چچا جعفر کو میری کس بات پر اعتراض نہیں پھوپھی اماں پیاری؟"

زبیدہ: "مگر یہ کیا ضروری ہے کہ تم دریچوں سے اندر داخل ہو؟"

ریحانی: "اس سے بڑی سہولت کا احساس ہوتا ہے پھوپھی اماں پیاری ---"

عائشہ: (ہنستی اور بیٹھ جاتی ہے) "جوانی کی حرکتیں ایسی ہی ہوتی ہیں --- تمہیں یاد ہے زبیدہ! طالب علمی کے زمانے میں ہم ٹہنیوں سے کس طرح لٹک جایا کرتی تھیں؟"

ریحانی: "جیسے چمگادڑیں؟"

زبیدہ: (منہ بناتی ہیں) "اف اس گندے جانور کا نام نہ لو۔ مجھے گھن آتی ہے اور میرے اعصاب متاثر ہو جاتے ہیں ---"

(یوڈی کلون سونگھتی ہیں اور اپنی جھالر دار دستی سے نزاکت سے پیشانی پونچھتی ہیں۔ ریحانی جھک کر اپنے لیے چائے بنانے لگتا ہے۔ پھر آہستہ

سے پلٹ کر صوفی سے سرگوشی کرتا ہے جو اس کے قریب ہی کھڑی ہے)

ریحانی: ''شکر ہے چچا جعفر موجود نہیں--- میں نے پہلے ہی کھڑکی میں سے جھانک کر اطمینان کر لیا تھا۔''

صوفی: ''تمہیں آج کل محتاط رہنا چاہیے۔ اگر چچا اس وقت تمہیں دریچے سے کودتا ہوا دیکھ لیتے تو تمہارے متعلق ان کی رائے بد سے بدتر ہو جاتی--''

ریحانی: ''میرے متعلق ان کی رائے ہمیشہ بد سے بدتر ہوتی رہتی ہے۔ اس دفعہ انہوں نے مجھے بہت ذلیل کیا۔''

(لڈو اٹھا کر کھاتا ہے)

صوفی: ''تمہیں اپنے کردار میں کچھ سنجیدگی پیدا کرنی چاہیے ریحانی۔ خصوصاً ایسی حالت میں--- جب کہ وہ تم سے بے حد ناراض معلوم ہوتے ہیں۔''

(ریحانی دوسرا لڈو اٹھاتا ہے)

صوفی: ''یوں بار بار لڈو کھانا بھی سنجیدگی کے خلاف ہے۔''

ریحانی: (دبی زبان سے) ''سمجھ میں نہیں آتا چچا جعفر مجھ سے اس درجہ ناراض کیوں ہیں---؟''

(دروازہ کھلتا اور چچا جعفر ایک اعلیٰ درجے کے سلور گرے رنگ کے سوٹ میں اندر داخل ہوتے ہیں۔ منہ میں موٹا سا سگار ہے۔ آتے ہی ان کی نظر ریحانی پر پڑتی ہے اور اسے سر سے پیر تک گھور کر دیکھنے لگ جاتے ہیں)

ریحانی: (چچا کی خاموش اور پُر قہر نظروں سے بے حد خوف زدہ۔ اپنی ٹائی ٹھیک کرتا اور اپنے آپ کو سنبھالتا ہے)

''تسلیمات جعفر قبلہ جان--- چچا جعفر جان یعنی قبلہ چلیے جانے دیجیے۔ اب آپ کی پیچش کیسی ہے؟''

(پیچھے کیے ہوئے ہاتھ کا لڈو قالین پر گر پڑتا ہے۔ جسے ریحانی فوراً جھک کر اٹھاتا ہے۔ چچا جعفر کوئی جواب دینے کی بجائے ریحانی کو اور اس کی حرکات کو گھور کر دیکھتے رہتے ہیں۔ ریحانی حواس باختہ ہو کر پیچھے کو ہٹتا ہے کئی چیزوں سے ٹکراتا ہے۔)

(صوفی بدحواس ہو کر ساری کیفیت دیکھتی اور جلدی سے باہر نکل جاتی ہے ریحانی پیچھے ہٹتے ہٹتے دروازے تک جا پہنچتا اور لپک کر باہر نکل جاتا ہے)

پھوپھی زبیدہ: (حیران ہیں) ''سلام بھیا جعفر۔ بیچارے لڑکے کو ڈرا دیا تم نے---''

چچا جعفر: (لمحہ بھر شدید غصے سے خاموش پھر) ''سلام زبیدہ۔ خوش آمدید۔''

شہزادی عائشہ: ''مشرقی پاکستان کی نئی نسل کس قسم کی اٹھ رہی ہے؟ بغاوت کی طرف مائل ہے نا---'' (دوسرے صوفے پر بیٹھ جاتے ہیں)

عائشہ: ''ان دنوں ساری دنیا کی نئی نسل علمِ بغاوت بلند کرتی نظر آتی ہے بھائی جعفر!''

زبیدہ: (چچا کے رویے پر اب تک حیران۔ نواب جعفر کی طرف دیکھتی ہیں)

''مشکل تو یہ ہے کہ ہم اپنی جوانی کا زمانہ بہت جلد فراموش کر دیتے ہیں اور نہیں سوچتے کہ اس عمر میں ہم بھی باغی رہ چکے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بڑھاپے میں نوجوانوں کی ایسی حرکات پر ناک بھوں چڑھاتے ہیں جو ساری جوانی ہم خود کرتے چلے آئے ہیں۔''

عائشہ: ''اور ہمارے حافظے کی یہی کمزوری نئی اور پرانی نسلوں کے درمیان اختلاف کی بنیادی وجہ ہے۔''

چچا جعفر: (ناگواری کے انداز میں) ''جوانی کی بغاوت اور گستاخی میں فرق ہوتا ہے زبیدہ! ہم باغی ضرور ہوں گے مگر گستاخ نہیں تھے۔''

Scanned with CamScanner

(ایش ٹرے میں سگار رگڑتے ہیں)

پھوپھی زبیدہ: ''کوئی نیا قصہ چھڑ گیا ریحانی کا؟'' (بے حد متفکر نظر آتی اور یوڈی کلون سونگھنے لگتی ہیں)

چچا جعفر: (لمحہ بھر کی خاموشی کے بعد بھاری سپاٹ آواز میں) ''اس نے مجھے ایک خط لکھا ہے۔''

زبیدہ: (کسی قدر مطمئن) ''صوفی کے لیے درخواست کی ہوگی؟''

عائشہ: ''اس میں مضائقہ بھی کیا ہے؟ بچپن سے دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔''

چچا جعفر: (ناگواری کا لہجہ) ''دنیا میں کس لڑکے کو کس لڑکی سے محبت نہیں ہوتی۔مگر اب بوجہ--- میرا قطعی فیصلہ یہ ہے کہ صوفی کے لیے اپنے ایک دوست کے لڑکے کا رشتہ منظور کرلوں۔''

زبیدہ: (سخت حیران۔سخت متاثر) ''جعفر! کیا کہتے ہو۔ ایسا فیصلہ اور اتنی جلدی---؟''

(یوڈی کلون سونگھتی اور پریشان نظر آتی ہیں)

چچا جعفر: ''ہوں---''

زبیدہ: ''تم نے مجھے پریشان کر دیا جعفر--- ذرا یہ بھی تو سوچو کہ یہ خاندانی جائیداد--- خاندانی وصیت کا معاملہ ہے۔''

چچا جعفر: (تلخی سے) ''خاندانی جائیداد کے لیے صوفی کی زندگی تباہ نہیں کی جاسکتی زبیدہ۔''

عائشہ: ''اور جہاں تک مجھے علم ہے جعفر بھیا--- یہ رشتہ آپ کے مرحوم بھائی کو بھی پسند تھا۔ان کی یہی خواہش تھی کہ ان کے چہیتے بیٹے کی شادی اپنی سگی

بھتیجی یعنی صوفی سے ہو۔''

چچا جعفر: ''شہزادی عائشہ' آپ ہمارے خاندانی معاملات سے کما حقہ واقف ہیں لیکن میں دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر آج مرحوم بھائی زندہ ہوتے اور اپنے چہیتے بیٹے کی نااہلیت،حماقت اور غیرذمہ دارانہ مزاج کو دیکھتے' تو وہ۔''

زبیدہ: (جواب تک گم سم اور حواس باختہ بیٹھی کبھی یوڈی کلون سونگھتی کبھی رومال سے چہرہ خشک کرتی ہیں) ''مگر بھیا--- خاندانی جائیداد اور وصیت کا خیال نہ کیا جائے تب بھی یہ ریحانی غریب پرصریحاً ظلم ہوگا---''

چچا جعفر: (تلخی سے) ''ظلم؟---تم سمجھتی ہو کہ مجھے ریحانی سے محبت نہیں۔جیسا وہ تمہارا بھتیجا ہے ویسا ہی میرا ہے۔ مجھے بھی اس سے محبت تھی۔مگر اس کی آئے دن کی بے ہودگی اور نامعقولیت نے مجھے اس سے بدظن کرایا ہے۔تم اس کے نئے کارنامے سے ناواقف ہو اور سمجھتی ہو کہ میں اس پر ظلم کر رہا ہوں۔اپنے بھتیجے کا یہ خط پڑھو جو اس نے میرے نام لکھا ہے۔''

(نواب جعفر غصے میں کھڑے ہو جاتے اور اپنے جیب سے ریحانی کا خط نکال کر پھوپھی زبیدہ کو دیتے ہیں)

(پھوپھی زبیدہ متفکر انداز میں خط لیتی اور کھول کر پڑھنے لگتی ہیں مگر اندھیرے کی وجہ سے اچھی طرح پڑھ نہیں سکتیں)

پھوپھی زبیدہ: ''شام پڑ گئی۔کمرے میں اندھیرا ہو رہا ہے---''

(چچا جعفر بڑھ کر بجلی کا بٹن دبا دیتے اور کمرہ روشن ہو جاتا ہے۔ پھوپھی زبیدہ خط الٹ پلٹ کر غور سے پڑھتی ہیں پھر اسے تہہ کرتی ہیں)

پھوپھی زبیدہ: ''حد ہوگئی---سخت بے وقوف لڑکا ہے۔''

Scanned with CamScanner

چچا جعفر: ''آپ بھی پڑھیے شہزادی عائشہ تا کہ آپ کو بھی اندازہ ہو جائے کہ میں کوئی ظلم نہیں کر رہا---''

(پھوپھی زبیدہ خاموشی سے خط عائشہ کو دے دیتی ہیں عائشہ غور سے پڑھنے لگتی ہے۔ چچا جعفر دونوں ہاتھ پیچھے کر کے ٹہلنے لگتے ہیں)

نواب جعفر: ''وہ شعر بھی پڑھا تم نے زبیدہ--- جو اس کی گستاخی اور بیباکی کا بین ثبوت ہے؟

لطفِ مے تجھے کیا کہوں جعفر
ہائے کمبخت تو نے پی ہی نہیں

اب میں نے قطعی طور پر فیصلہ کر لیا ہے کہ صوفی کے لیے نواب مرجان کا رشتہ منظور کر لوں۔ میں نے مرجان کو کل شام چائے پر بلا رکھا ہے۔ ایک نظر تم بھی اسے دیکھ لینا۔''

(صوفے پر بیٹھ جاتے ہیں)

زبیدہ: (بے حد اداس بہت متفکر) ''ایک نظر دیکھ لینے میں تو مجھے عذر نہیں۔ لیکن ---''

چچا جعفر: (ناراض) ''گویا خط پڑھنے کے بعد بھی تم ریحانی کے حق میں ہو۔''

(پھر کھڑے ہو جاتے ہیں)

زبیدہ: ''میرا مطلب ہے یہ مرجان ہے کون؟''

عائشہ: (خط جعفر کو دیتے ہوئے) ''واقعی ریحانی نے حد کر دی--- پر بھیا یہ وہی نواب مرجان تو نہیں جو سال گذشتہ کراچی کے ریس کلب کے سیکرٹری تھے؟''

نواب جعفر: (خط لے کر جیب میں رکھتے ہوئے بے پروائی سے)

''ہاں وہی---'' (لمحہ بھر بعد) ''مگر زبیدہ تم تو مرجان کے والد کو جانتی ہو گی کہ پرانے زمانے کے کس پائے کے رئیس ہیں؟''

عائشہ: (کچھ یاد کر کے چونک پڑتی ہے) ''ارے نواب شہر یار جنگ بہادر تو نہیں؟--- یاد ہے زبیدہ ہماری جوانی کے ایام میں یہ حضرت لڑکیوں کی محفل کے راجہ اندر ہوا کرتے تھے--- کیوں بھیا جعفر؟ یہ وہی ہیں نا جن کی خوب صورت مونچھیں قیصرِ جرمنی ولیم کی طرح سو سو بالشت کی ہوا کرتی تھیں؟''

(شہزادی عائشہ قہقہہ لگاتی ہیں)

جعفر: ''مونچھیں چھوڑو--- مرجان انہیں کا بیٹا ہے۔''

پھوپھی زبیدہ: (جو خیالات میں غرق ہیں اچانک متوجہ ہوتی ہیں)

''خدا کی پناہ--- نواب شہر یار جنگ؟ وہ منحوس شخص، جو پچھلے الیکشن میں میرے مدِ مقابل کھڑا ہوا تھا۔ جعفر تم بھی غضب کرتے ہو۔ صوفی کے لیے اس مردود کے بیٹے کا رشتہ منظور کرتے ہو؟''

چچا جعفر: ''سیاسی اختلافات تو ہوتے ہی رہتے ہیں زبیدہ۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک ہی خاندان کے مختلف لوگ مختلف سیاسی رائے رکھتے ہیں۔''

زبیدہ: ''مگر مجھے تو اس شخص کے کردار پر اعتراض ہے وہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا رہتا ہے۔ آج اس سیاسی پارٹی میں ہے تو کل اس پارٹی میں--- اسے سوائے ذاتی حصولِ اقتدار کے ملک اور قوم کے کسی تعمیری منصوبے سے دلچسپی نہیں۔''

چچا جعفر: (طنزیہ ہنستے ہیں) ''ہیئر ہیئر۔ کیا نئی بات کی تم نے زبیدہ۔ ایک نواب شہر یار جنگ پر کیا منحصر ہے۔ اس پارٹی کا کوئی بھی ایسا واحد شخص موجود ہے

Scanned with CamScanner

جو اپنے ذاتی مفاد پر اپنے کھوئے ہوئے اقتدار کو دوبارہ حاصل کرنے کے لیے حکومت کی تعمیری تجاویز کے رستے میں بھی روڑے نہ اٹکاتا رہے؟''

شہزادی عائشہ: (سخت برا مان جاتی ہیں) ''میں خوب جانتی ہوں کہ یہ چوٹ آپ نے کس پارٹی پر کی ہے نواب جعفر!''

چچا جعفر: ''میں بھی جانتا ہوں کہ آپ خوب جانتی ہیں شہزادی عائشہ۔''

(یکا یک روحی داخل ہوتی ہے)

روحی: ''سورج ڈوب چکا ہے۔ صحنِ گلستان موتیا کی لپٹوں سے مہک اٹھا ہے اور کوئل کوکے جا رہی ہے، کوکے جا رہی ہے۔ آپ لوگ باہر باغ میں نکل آئیں نا---!''

(پلٹ کر سب کے چہروں کو دیکھتی اور اندازہ لگاتی ہے کہ سب کے مزاج کے پارے چڑھے ہوئے ہیں۔ خاموشی سے دریچے کی طرف جاتی اور باغ میں جھانک کر کوئل سے کہتی ہے)

روحی: ''کوئل--- پیاری کوئل، ذرا ٹھہر کے کوکنا۔ یہاں سب کا پارہ چڑھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔''

(واپس آتی اور چپ چاپ پیانو سے لگ کر کھڑی ہو جاتی ہے اور سب کے چہروں کا خاموشی سے جائزہ لیتی ہے)

شہزادی عائشہ: (سخت برا مانی ہوئی ہیں) ''درپردہ چوٹ کرنے کی بجائے آپ کو اس وقت کھل کر بات کرنی چاہیے نواب جعفر!''

چچا جعفر: ''میں درپردہ چوٹ کرنے کی بجائے کھل کر ڈنکے کی چوٹ کہہ سکتا ہوں شہزادی عائشہ کہ ایک بااصول حکومت کے لیے ایک بااصول تعمیری مخالف پارٹی کی ضرورت ہوتی ہے۔''

روحی: ''بالکل اسی طرح--- جیسے اچھے ادب کے لیے ایک پُر خلوص نقاد کی--- ہے نا پھوپھی زبیدہ؟''

(روحی کی طرف کوئی متوجہ نہیں ہوتا۔ سب اپنی اپنی الجھنوں میں گرفتار ہیں۔ روحی خاموشی سے اٹھتی اور دریچے میں جا کر کھڑی ہو جاتی ہے)

پھوپھی زبیدہ: ''اس میں برا ماننے کی کیا بات ہے عائشہ۔ یہ تم بھی جانتی ہو گی کہ اگر مقصد عوام کی بہبودی اور ملک کی ترقی کی بجائے صرف اپنے کھوئے ہوئے اقتدار کو دوبارہ حاصل کرنا ہے--- تو اس قسم کی مخالف پارٹی حکومت کی فلاحی جدوجہد کو کمزور کر دیتی ہے جو سب سے بڑا جرم ہے اور اپنے ملک سے غداری ہے۔ میں تو ایسے لوگوں کو قابل گردن زدنی سمجھتی ہوں۔''

(غصے سے گردن کو ایک جھٹکے سے موڑتی اور اپنے سامنے کے ایش ٹرے کو سگریٹ رگڑنے کے بعد زور سے پیچھے ہٹا دیتی ہیں)

شہزادی عائشہ: ''تم بدکلامی پر اتر آئی ہو زبیدہ۔ تمہیں چاہیے اپنے الفاظ فوراً واپس لے لو۔''

زبیدہ: ''میں کبھی کوئی چیز دے کر واپس نہیں لیتی؟ تمہیں معلوم ہے کہ آج کئی مہذب ممالک میں سیاسی مجرموں کی یہی سزا ہے۔ شکر کرو اپنے ملک میں ایسی سنگین سزائیں رائج نہیں ہیں۔ ورنہ مجھے اپنے کئی جاننے والوں کی دائمی جدائی کا افسوس ہوتا---''

(رومال سے گردن پونچھتی ہے)

شہزادی عائشہ: (جلی ہوئی ہیں) ''یاد رہے۔ یہ وہی نواب شہریار جنگ ہیں جن کے حسن کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے کبھی تم بھاگی بھاگی بندرگاہ پہنچ گئیں تھیں جب وہ اپنی تعلیم سے فارغ ہو کر کیمبرج سے آ رہے تھے۔''

Scanned with CamScanner

زبیدہ: ’’میں ہرگز نواب شہریار جنگ کے لیے نہیں گئی تھی بلکہ اپنے چچا نواب عثمان کے خیر مقدم کے لیے گئی تھی جو اسی جہاز سے یورپ سے آرہے تھے۔لیکن تم مجھ سے پہلے وہاں موجود تھیں---‘‘

عائشہ: ’’موجود اس لیے تھی کہ میرے پھوپھا پرنس عابد اسی جہاز سے یورپ سے آرہے تھے۔‘‘

زبیدہ: ’’تم دعویٰ سے کہہ سکتی ہو کہ تم پرنس عابد کے استقبال کے لیے گئی تھیں؟‘‘

عائشہ: ’’اور تم دعویٰ سے کہہ سکتی ہو کہ تم نواب عثمان کے خیر مقدم کے لیے وہاں پہنچی ہوئی تھیں؟‘‘

زبیدہ: (چیخ کر) ’’عائشہ!‘‘

عائشہ: (چیخ کر) ’’زبیدہ!‘‘

چچا جعفر: ’’یہ کیا تم دونوں آج سے چالیس سال پہلے کے قصے لے بیٹھیں۔‘‘

زبیدہ: ’’اور تمہیں اپنی وہ غلطی بھی یاد ہوگی --- اپنی کار سمجھ کر تم نواب شہریار جنگ کی کار میں چڑھ بیٹھیں تھیں--- (تلخی اور طنز سے ہنس کر) اور کیا کہا تھا۔محض غلطی ہوگئی---‘‘

عائشہ: (ذرا نادم اور گھبرائی ہوئی) ’’اس وقت میری عمر ہی کیا تھی' مشکل سے پونے سترہ سال---‘‘

زبیدہ: ’’ایسی غلطیاں اسی عمر میں تو ہوتی ہیں۔‘‘

عائشہ: ’’زبیدہ تم ذاتیات پر اتر آئی ہو۔یہ کمینگی ہے۔‘‘

چچا جعفر: (بیزاری سے) ’’خدا کی پناہ---‘‘

(اٹھ کر دوسری طرف جا کھڑے ہوتے ہیں)

شہزادی عائشہ: ’’اور آج وہی نواب شہریار جنگ قابل گردن زدنی ہوگئے۔محض اس لیے

کہ وہ تمہاری پارٹی کے نہیں---‘‘

زبیدہ: ’’یوں سوچنا کمینگی ہے۔‘‘ (سگریٹ کیس زور سے تپائی پر پھینکتی ہیں جو نیچے گر پڑتا ہے، روحی اٹھا کر تپائی پر رکھ دیتی ہے)

عائشہ: ’’لیکن مجھے یہ بتاؤ کیا جمہوریت کی خواہش کرنا بھی کمینگی ہے؟ یہ کس قسم کی جمہوریت ہے؟--- قدم قدم پر بندشیں--- قدم قدم پر رکاوٹیں۔‘‘

نثار میں تری گلیوں کے اے وطن کہ جہاں
چلی ہے رسم کہ کوئی نہ سر اٹھا کے چلے

روحی: (شعر سن کر پلٹتی ہے) ’’شعر واقعی خوب صورت ہے۔مگر محض شعر ہے۔‘‘

زبیدہ: (جل کر) ’’یہ تم کس پُر آشوب زمانے کا شعر پڑھ رہی ہو کہ چلی ہے رسم کہ کوئی نہ سر اٹھا کر چلے؟---ممکن ہے اس زمانے کا ہو جب تمہاری پارٹی کے لوگ برسرِ اقتدار تھے۔یاد ہوگا اس زمانے میں آئے دن بے شمار اخبارات ضبط ہوا کرتے تھے۔بے شمار افراد کو تحفظی ضرورتوں کے بہانے کال کوٹھریوں کی سیر کرائی جاتی تھی۔‘‘

عائشہ: ’’تو کیا اب یہ ضبطیاں اور گرفتاریاں بند ہوگئی ہیں؟‘‘

زبیدہ: ’’یہ چیزیں تو کسی بھی حکومت میں کبھی بھی بند نہیں ہوسکتیں مگر تمہیں ماننا پڑے گا کہ اب ان کی شدت میں نمایاں کمی آ گئی ہے۔‘‘

عائشہ: ’’جی ہاں نمایاں فرق یہ پڑ گیا ہے کہ آج قلم تک پر پابندی ہے۔کوئی دل کھول کر لکھ تک نہیں سکتا۔‘‘

روحی: (حیران۔سادگی کا انداز) ’’آپ کیا لکھنا چاہتی تھیں؟---کوئی خاص بات؟‘‘

عائشہ: ’’آج تحریر کی آزادی نہیں، تقریر کی آزادی نہیں، ووٹ دینے کی آزادی

Scanned with CamScanner

نہیں۔ پورا معاشرہ گویا قید و بند میں ہے اور اپوزیشن بے دست و پا ہے۔''

زبیدہ: ''اپوزیشن۔ اپوزیشن--- ارے ذرا اپنی آنکھوں پر بندھی پٹی کھول کر بات کرو۔ آئے دن دیکھتی، پڑھتی اور سنتی ہو کہ ملک میں مخالف پارٹیوں کو کھلی اجازت ہے کہ جہاں اور جب چاہیں جلسے کریں اور ان جلسوں میں تمہاری پارٹی کے رہنما حکومت کے خلاف زہر اگلتے اور غیظ وغضب سے بھرپور تخریبی تقریریں کرتے ہیں اور پھر بھی کھلے پھرتے ہیں۔ مخالف اخبار ملک میں باقاعدہ شائع ہو رہے ہیں جن میں سرکاری پارٹی کی خبریں شائع نہیں کی جاتیں اور پھر بھی تم کہتی ہو کہ اس ملک میں تحریر و تقریر پر پابندی عائد ہے کچھ تو شرم کرو۔''

روحی: (سادگی سے) ''آپ کوئی خاص بات لکھنا یا بولنا چاہتی تھیں شہزادی عائشہ؟''

چچا جعفر: ''خیر ان سیاسی جھگڑوں کو چھوڑو۔ یہ بحثیں ہوتی رہیں گی--- مگر شہزادی عائشہ بحث ختم ہونے سے پہلے--- معاف کرنا ایک بات میں تمہاری خدمت میں ضرور عرض کروں گا۔''

شہزادی عائشہ: (غصہ اور طنز) ''ضرور عرض کیجئے۔ آئے دن ہم لوگ آپ حضرات کی غیر اصولی باتیں سننے کے اب عادی ہو چکے ہیں۔''

چچا جعفر: ''تو پھر سنئے--- یہ جو آپ لوگ انقلاب سے پہلے کی جمہوریت کو یاد کر کر کے آہیں بھرتے رہتے ہیں آپ کے پاس اس کا کیا جواب ہے کہ اس زمانے میں جب آپ کی دل پسند طرزِ حکومت رائج تھی اور آپ لوگ اپنی قائم کردہ جمہوریت پر نازاں تھے تو آپ کو یاد ہو گا--- ایک جماعت کے بارہ سو سیاسی کارکن نظر بند کر لیے گئے تھے۔ یاد رہے یہ آپ لوگوں کی دل

پسند جمہوریت کا زمانہ تھا۔ ایک اور مخالف رہنما کارپوریشن کا انتخاب ہارنے کے باوجود مرکزی وزیر بن بیٹھے تھے۔''

زبیدہ: ''اور یاد رکھنے کی بات تو یہ ہے کہ اسی زمانے میں ایک اپوزیشن لیڈر انتخاب لڑے بغیر ملک کے وزیر اعظم بن گئے تھے۔ یہ بات تو بچے بچے کو یاد ہو گی---''

عائشہ: ''مت بھولو کہ وہ لوگ ملک کو منظم بھی رکھتے تھے۔''

زبیدہ: (قہقہہ لگاتی ہے تلخی سے) ''بے شک، ملک کی مٹی پلید کرنے کا ان میں بڑا سلیقہ تھا۔''

عائشہ: ''تم بچپن ہی سے ہٹ دھرم ہو۔''

زبیدہ: ''اگر میں ہٹ دھرم ہوں تو تم جھوٹی ہو عائشہ!''

(احمد داخل ہوتا ہے)

احمد: (جھک کر کورنش بجا لاتا اور باریک آواز میں پوچھتا ہے) ''کھانے کی میزیں فوارے کے قریب صحنِ گلستان میں لگائی جائیں یا ایوان طعام میں حضور؟''

چچا جعفر: (غصے سے) ''اپنے سر پر لگاؤ اور بھاگو یہاں سے۔''

احمد: (سہم کر نواب جعفر کو دیکھتا ہے) ''جی حضور؟''

روحی: ''احمد- اس وقت تم باہر نکل جاؤ---''

(احمد سہما ہوا ادھر ادھر دیکھتا ہوا باہر چلا جاتا ہے۔ روحی بھی اس کے پیچھے چلی جاتی ہے۔ سامنے باغ کے دریچے میں ریحانی کا سر نظر آتا ہے اور غائب ہو جاتا ہے۔ صوفی داخل ہوتی ہے چہرے پر شگفتگی ہے)

صوفی: (داخل ہوتے ہی کہتی ہے) ''مجھے ڈر ہے باغ کی ہوا سے مچھلی کے کباب

Scanned with CamScanner

ٹھنڈے نہ ہو جائیں۔ باہر اپریل کی تاروں بھری رات جگمگا رہی ہے۔
میں نے کھانے کی میزیں باغ میں لگوا دیں---(یکا یک سب کو دیکھتی
اور حیران ہوتی ہے) کھانا نہیں کھایئے گا؟'' (خاموشی سے بیٹھ جاتی ہے)

شہزادی عائشہ: ''اور طالب علموں پر جو مظالم ہوئے ہیں وہ جدا ہیں---انہیں اپنی کوئی سیاسی رائے رکھنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ مظاہروں میں ان پر گولیاں تک چلائی جاتی ہیں۔ یہ ہے تمہاری آزادی؟---''

صوفی: ''ہاں ریحانی بھی تو زخمی ہو گئے تھے۔''

چچا جعفر: (غصے سے کھڑے ہو جاتے ہیں اور چیخ پڑتے ہیں) ''کون؟ ریحانی؟ ریحانی؟''

ریحانی: (ریحانی یکا یک باغ کے دریچے میں چڑھ کر اندر آتا ہے) ''جی چچا جان؟ جی---؟ (اندر کودنے کے بعد) جناب نے مجھے بلایا تھا---؟''
(سب کی نگاہ ریحانی پر ہے۔ صوفی خوف زدہ نظر آتی ہے۔ کبھی ریحانی کو کبھی چچا کو دیکھتی ہے۔ چچا بات نہیں کرتے۔ قہر آلود نظر سے ریحانی کو دیکھتے پھر لحہ بھر بعد کمرے کے آخری حصے میں جا کر پیٹھ سب کی طرف موڑ کر کھڑے ہو جاتے اور سگار پیتے ہیں)

شہزادی عائشہ: (اٹھتی ہے) ''میں ذرا باغ میں ٹہل آؤں۔ طبیعت بدمزہ ہو گئی ہے۔''
(باہر چلی جاتی ہے)

ریحانی: ''شہزادی عائشہ ابھی ابھی فرما رہی تھیں کہ سیاسی امور میں طالب علموں کی بھی ایک انفرادی رائے ہونی چاہیے---''
(صوفی خوف زدہ ہو کر ریحانی کو دیکھتی ہے)

چچا جعفر: (اچانک غصے سے پلٹتے ہیں) ''جی ہاں۔ اور اپنے امتحانات میں مسلسل

فیل ہوتے رہنا چاہیے۔ (چیخ کر) کیوں؟''

ریحانی: (آہستہ سے) ''آپ نے بالکل ٹھیک فرمایا چچا جان۔ اپنی قوم کی بہبود کے لیے ایک طالب علم کو اپنے ذاتی مفاد---خواہ وہ تعلیمی ہوں۔ قربان کرنے چاہئیں۔''

پھوپھی زبیدہ: ''ریحانی!''

صوفی: (از حد خوف زدہ) ''ریحانی! تم باہر نکل جاؤ۔''

چچا جعفر: (انتہائی غصے میں) ''بکومت، تم نے قائداعظم اور دوسرے بزرگوں کی نصیحتیں نہیں پڑھیں جو وہ طالب علموں کو کرتے رہے؟''

ریحانی: (موڈ بہت اچھا ہے اور سمجھتا ہے کہ جو کچھ وہ کہہ رہا ہے اس سے اس کی علمیت ظاہر ہو گی) ''قائداعظم اور دوسرے بزرگوں کے احکام سر آنکھوں پر--پر چچا جان پیارے۔ بزرگ ہمیشہ ہر چیز سے منع کرتے چلے آئے ہیں۔ یہ نہ کرو۔ وہ نہ کرو۔ اس میں خطرہ ہے، اس میں نقصان ہے۔ کولمبس اگر بزرگوں کی نصیحتوں پر عمل کرتا تو آج امریکہ دریافت نہ ہوتا--''

صوفی: (ریحانی کو چپ ہونے کا اشارہ کرتی ہے) ''ریحانی! تم سخت حماقت کر رہے ہو۔''
(صوفی از حد خوف زدہ ہو کر کمرے سے نکل جاتی ہے)

زبیدہ: (ذرا زور سے) ''ریحانی۔''
(اب ریحانی کو اپنی حماقت کا احساس ہوتا ہے)

ریحانی: (مؤدبانہ انداز سے) ''میں معافی چاہتا ہوں چچا۔''

چچا: (غصے سے بے قابو)
''نکل جاؤ کمرے سے باہر---''

(ریحانی حیران ہو کر چچا کو دیکھتا ہے پھر ڈر کے مارے دریچے پر چڑھ کر باغ میں کود جاتا ہے)

چچا: ''نالائق-نامعقول-جاہل---''

(غصے سے ٹہلتے ہیں-مجتبائی داخل ہوتی ہے)

مجتبائی: ''مجھے فکر یہ ہے مرغ مسلم ٹھنڈا ہو کر ضائع نہ ہو جائے۔بچت ہر پاکستانی کا فرض ہے چلو کھانا کھالو''

چچا جعفر: ''آج یہاں کسی کو بھوک نہیں۔''

مجتبائی: (حیران ہو کر) ''بھوک نہیں؟ کیا معنی؟''

زبیدہ: ''اس کے معنی یہ ہیں کہ کم از کم میں آج کھانا نہیں کھاؤں گی---''

(غصے سے منہ پھیر لیتی ہیں)

مجتبائی: ''کیا ہو گیا ہے؟ شہزادی عائشہ کہاں ہیں؟ تم لوگ کھانا کیوں نہیں کھا رہے؟''

زبیدہ: (خشکی سے) ''ان حالات میں کھانا ہاضمے کے لیے زہر ثابت ہوتا ہے۔''

(شہزادی عائشہ دروازے سے جھانکتی ہے)

عائشہ: ''خدا حافظ، میں سونے کے لیے اپنے کمرے میں جا رہی ہوں۔''

مجتبائی: ''ہے ہے---ہو کیا گیا ہے سب کو۔بھارت نے پھر تو حملہ نہیں کر دیا؟''

زبیدہ: ''بھارت حملہ کرتا تو اس میں ڈرنے کی کیا بات ہے؟''

مجتبائی: ''پھر اتنے سارے کھانوں کا کیا ہو گا؟''

نواب جعفر: (غصے سے) ''اٹھا کر پھینک دو۔''

مجتبائی: (رونے کے قریب) ''ہے ہے خواہ مخواہ کا نقصان۔خواہ مخواہ کا خرچ۔''

(آنسو پونچھتی ہوئی چلی جاتی ہے)

زبیدہ: (اپنا رومال پوڈر، کلون کی شیشی، اپنا دستی بٹوہ وغیرہ وغیرہ لے کر کھڑی ہو جاتی ہیں) ''اف۔میرے اعصاب سخت متاثر ہو گئے ہیں۔میرا خیال ہے مجھے کچھ دیر گلاب کے پودوں کے قریب چہل قدمی کرنی چاہیے۔''

چچا جعفر: ''ہاں تم تھکی ہوئی معلوم ہوتی ہو---(بڑھ کر زبیدہ کے لیے دروازہ کھولتا ہے اور زبیدہ باہر نکل جاتی ہیں)

(نواب جعفر واپس آ کر لکھنے کی میز پر جھک کر کچھ کاغذات دیکھنے لگتے ہیں۔پیچھے دریچے میں ریحانی کا سر نمودار ہوتا ہے۔وہ دو لمحے چچا کو دیکھتا رہتا ہے۔بار بار سر ترچھا کر کے ان کے چہرے کا جائزہ لیتا ہے مگر ان کی پشت ریحانی کی طرف ہے۔ریحانی آہستہ سے دریچے میں چڑھ کر اندر اترتا ہے۔پہلے تذبذب کی حالت میں دو لمحے کھڑا رہتا ہے۔پھر آگے کود پڑتا ہے)

ریحانی: (گلا صاف کر کے اور ہمت کر کے) ''ارے آپ تنہا بیٹھے ہوئے ہیں چچا جان؟ کہیے تو اخبار پڑھ کر سناؤں؟''

چچا جعفر: (ریحانی پر ایک بھرپور نظر ڈالتے ہیں جس سے ریحانی کی حالت غیر سی ہو جاتی ہے اور وہ ادھر ادھر دیکھتا ہے) ''جی نہیں اخبار میں پڑھ چکا ہوں۔(جیب میں ہاتھ ڈال کر خط نکالتا ہے) اپنے اس خط کو پڑھ کر سنائیے۔

(خط بڑھاتے ہیں ریحانی متشکی اور خوفزدہ نظروں سے چچا کو اور خط کو دیکھتا ہے اور تامل کرتے ہوئے ہاتھ بڑھاتا ہے)

چچا جعفر: (رعب دار آواز میں)

''یہ خط تم نے لکھا ہے؟''

ریحانی: (سخت خوفزدہ۔تھوک بار بار نگل رہا ہے)

"کیوں چچا جان؟ کیا بات ہے اس میں؟"

چچا جعفر: "گویا کوئی بات ہی نہیں آپ کے نزدیک؟"

ریحانی: (لرزاں آواز میں) "تو چچا--- آپ--- آپ نے یہ خ خ-- خط پڑھ لیا تھا؟"

چچا جعفر: (جی پر زور دیتے ہوئے) "جی- ہاں- اب آپ کی زبانی سننا چاہتا ہوں۔"

ریحانی: "میری زبانی؟"

چچا جعفر: (غصہ سے خط چھین کر لفافے میں سے نکالتا اور اسے دیتا ہے-تحکمانہ)

"اسے با آواز بلند پڑھو۔"

ریحانی: (خوف سے سن) "جی- بہت اچھا۔"

(کھنکار کر آواز صاف کرتا ہے)

چچا جعفر: "میں نے آپ سے قوالی گانے کے لیے نہیں کہا- خط پڑھنے کے لیے کہا ہے۔ گلا صاف کرنے کی کیا ضرورت پڑ گئی۔ (اونچی آواز) پڑھو۔"

ریحانی: (مجبور ہو کر خط کھولتا اور پہلی سطر کانپتی ہوئی آواز سے پڑھتا ہے) "میری جان چچا جعفر---"

چچا جعفر: (حقارت اور غصے سے) "گویا میں آپ کی جان ہوں--- جی؟"

ریحانی: "(ڈر کر) جی---"

چچا جعفر: (تحکمانہ) "آگے پڑھو---"

(ریحانی خط ہاتھ میں لے کر سر جھکائے خاموش کھڑا ہے۔ صوفی داخل ہوتی ہے)

صوفی: "چچا جان چچا جان۔ کھانے پر آپ کا انتظار ہو رہا ہے۔"

(یکلخت ریحانی پر نظر پڑتی ہے حیران ہو کر اسے دیکھتی ہے)

صوفی: "تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

چچا جعفر: "اس گرامی نامے کو آپ بھی سن لیجیے---"

صوفی: (آہستہ سے ریحانی سے پوچھتی ہے)

"وہی خط؟"

ریحانی: (دبی زبان سے) "وہی--- مگر اثر اُلٹا ہوا---"

صوفی: "چچا کو تم نے اپنی الٹی پلٹی باتوں سے سخت ناراض کر دیا ہے ریحانی۔"

جعفر: "کیا کھسر پھسر کر رہے ہو تم دونوں؟ اگر تم کو پڑھنا نہیں آتا تو ریحانی---وہ خط صوفی کو دے دو- (تحکمانہ) صوفی اسے تم پڑھ کر سناؤ۔"

صوفی: "جی میں چچا؟"

جعفر: "جی آپ---"

(صوفی مجرموں کی طرح کھڑی ہے آنکھ میں آنسو آ گئے ہیں)

ریحانی: (سرگوشی میں)

"تم رو نہیں پیاری۔ اسے میں کھڑکی سے باہر پھینک دوں گا۔"

صوفی: (رو رہی ہے) "نہیں نہیں--- وہاں سے بھی اٹھا لیا جائے گا۔"

چچا جعفر: (غصے سے) "اگر یہ خط تم لوگوں سے پڑھا نہیں جاتا تو اِدھر دو---(ہاتھ بڑھا کر) میں پڑھتا ہوں" (خط ایک جھٹکے کے ساتھ لے لیتا ہے)

(ریحانی بے حد پھرتی سے چچا کی عینک جو سامنے پڑی تھی اٹھا کر ایک کتاب کے نیچے دبا دیتا ہے)

چچا: "کدھر گئی میری عینک؟"

(کاغذات الٹ پلٹ کر عینک ڈھونڈتا ہے)

(روحی داخل ہوتی ہے)

روحی: ''پھوپھی مجتبائی کہہ رہی ہیں مرغ کی بریانی ٹھنڈی برف ہو رہی ہے۔ آپ ڈھونڈ کیا رہے ہیں؟''

چچا: (چیخ نما آواز) ''اپنی عینک۔''

روحی: (کتاب کے نیچے سے عینک نکال کر دیتی ہے)

''آپ نے یہاں رکھ دی تھی۔''

چچا: (غصے سے) ''میں نے نہیں رکھی تھی---''

(ریحانی پر نگاہ ڈالتے ہیں)

روحی: (حالات کا جائزہ لیتے ہوئے ادھر ادھر دیکھتی ہے)

''یہاں ہو کیا رہا ہے؟''

چچا: ''ابھی معلوم ہو جائے گا---تم اس خط کو بلند آواز سے پڑھو روحی۔''

روحی: (ہاتھ بڑھا کر خط لے لیتی ہے) ''کس کا ہے؟--- (بے خیالی میں پڑھنے لگتی ہے) میری جان چچا جعفر---ایک سوال آپ سے کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ کیا جناب نے اپنی عمر میں کسی سے عشق بھی فرمایا ہے؟''

روحی: (خط پڑھتے پڑھتے یکا یک رُک جاتی ہے۔اپنے آپ سے)

''توبہ توبہ---''

(خط کے اوپر سے چچا جعفر پر نظر ڈالتی ہے)

ریحانی: ''روحی---''

(دریچے کے باہر چھلانگ لگا دیتا ہے)

چچا: (پلٹ کر دیکھتے ہیں) ''گیا؟---اور دریچے ہی سے (روحی سے) اب معلوم ہو گیا کہ یہاں کیا ہو رہا تھا--- یہ ہے آج کل کے بھتیجوں کی

تہذیب، ہوں---''

(ایک زوردار ''ہوں'' کے بعد کمرے میں سناٹا طاری ہو جاتا ہے۔روحی ششدر کھڑی ہے۔صوفے پر گر کر سسکیاں لے رہی ہے۔چچا غصے سے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ٹہل رہے ہیں)

☆O☆O☆ پردہ ☆O☆O☆

Scanned with CamScanner

تیسرا ایکٹ

(دوسرے دن کی شام۔ وہی ڈرائینگ روم۔ پردہ اٹھتا ہے تو ریحانی (لباس سوچا جائے) نہایت اضطراری کیفیت میں ہاتھ پیچھے باندھے اسٹیج پر ٹہل رہا ہے۔ چہرے پر جوش اور غصہ ہے۔
صوفی (لباس سوچا جائے) سر دونوں ہاتھوں میں تھامے صوفے پر بے حد افسردہ اور پریشان بیٹھی ہے۔ کبھی کبھی رومال سے آنکھیں بھی پونچھتی ہے۔
روحی دوسرے صوفے پر بیٹھی کوئی کتاب خاموشی سے پڑھ رہی ہے)

☆O☆O☆O☆O☆O☆

ریحانی: (جوش اور غصہ) ''بہت ذلیل کیا ہے مجھے چچا جعفر نے۔ تم لڑکیوں نے کل رات دیکھ ہی لیا--- (حقارت سے) بھلا یہ کوئی طرزِ گفتگو تھا ان کا ---؟ (ایک جگہ رک جاتا ہے) ہوں--- اور وہ بھی اپنے سگے بھتیجے کے ساتھ، اور بھتیجا بھی وہ--- جس نے مضامینِ فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دیئے۔ ایسے مضامین پر مجھے نوبل پرائز ملنا چاہیے تھا نہ کہ ایسی جھڑکیاں اور ایسی ڈانٹ۔ ہوں---'' (زور زور سے ٹہلنے لگتا ہے)

(صوفی یہ سن کر رومال آنکھوں سے لگا کر رونے لگتی ہے)

روحی: (کتاب بند کرتے ہوئے) ''میں پہلے ہی کہتی تھی ریحانی کہ تمہیں اپنے خط میں شعر و شاعری ہرگز نہیں کرنی چاہیے تھی۔''

ریحانی: (غصے سے روحی کے آگے کمر پر دونوں ہاتھ رکھ کر کھڑا ہو جاتا ہے) ''تم کیا جانو۔ کوئی معقول چچا ہوتا تو بھتیجے کے اس عالمانہ خط پر اسے اپنی ساری جاگیر انعام میں دے ڈالتا۔ ایک ہمارے چچا ہیں---''

روحی: (قطعِ کلام کر کے) ''بس رہنے بھی دو اپنی شیخیاں---نجانے تم اپنے آپ کو سمجھتے کیا ہو---؟''

ریحانی: ''باغ کے تالاب میں تیر تیر کر رہا سہا دماغ بھی پانی کی نذر کر دیا تم نے۔ تم کیا جانو علمی باتیں یا شعروشاعری---''

صوفی: (آنکھیں خشک کرتے ہوئے) ''روحی تم بھی ریحانی ہی کو موردِ الزام ٹھہراتی ہو---سارا خاندان ہی غریب کے پیچھے پڑ گیا ہے---''

روحی: (چڑ جاتی ہے) ''تم بھی کیسی احمقانہ باتیں کرتی ہو صوفی! بجائے اس کے کہ تم ریحانی کو عقل سکھاتیں خود ہی بے عقلی پر کمر باندھ لی۔ خیر---مجھے کیا تم دونوں ہی کے لیے بُرا ہے۔''

(غصے سے کتاب اٹھا کر پڑھنے لگتی ہے)

ریحانی: ''کیا چچا نے جوانی میں کسی لڑکی سے عشق نہ لڑایا ہوگا؟ اسی کا سوالیہ اشارہ میں نے اپنے خط میں کیا تھا تو کیا گناہ کیا؟''

روحی: ''عشق کیا تھا یا نہیں کیا تھا---اس قسم کے فضول سوال اور گستاخانہ شعر لکھ کر تم نے اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی ماری۔''

(دروازہ کھلتا ہے۔ احمد چائے کی ٹرے لاتا ہے اور جھک کر تپائی پر بہت سی چائے کی پیالیاں سجانے لگتا ہے)

روحی: ''اے! اتنی بہت پیالیاں احمد؟''

احمد: (باریک آواز) ''تسلیم صاحبزادے (باری باری صوفی اور روحی کی طرف مڑ کر باریک آواز) تسلیم صاحبزادی روحی---صاحبزادی صوفی۔''

ریحانی: (سب کی طرف سے جواب) ''تسلیمات تسلیمات۔ مگر یہ تم چائے کی پیالیوں کی دکان کیوں کھول رہے ہو یہاں؟''

روحی: (ذرا پریشان اٹھ کھڑی ہوتی ہے) ''یہی تو میں پوچھ رہی تھی---اور پھر کمرے میں؟''

صوفی: ''پھوپھی زبیدہ شام کی چائے فوارے کے پاس کے تختہ گلاب کے قریب پینے کی عادی ہیں۔''

احمد: ''مہمان آ رہے ہیں حضور---''

(احمد باہر نکل جاتا ہے)

روحی: (پریشان کھڑی چائے کی پیالیوں کو دیکھتی پھر ریحانی کی طرف پلٹتی ہے) ''ریحانی مجھے اتنی ساری پیالیوں کو دیکھ کر اندیشہ سا ہو رہا ہے۔''

ریحانی: ''چائے کی پیالیوں میں بندوق کی گولیاں تو نہیں---آخر بات کیا ہے---؟''

روحی: ''بات یہ---'' (پھر باورچی کو دیکھ کر چپ ہو جاتی ہے)

(ایک سیاہ گچھے دار مونچھوں والا باورچی سر پر باورچیوں کی سفید اونچی لمبی ٹوپی اور سفید ایپرن پہنے بہت سی پلیٹیں بمشکل سنبھالتا ہوا اندر داخل ہوتا ہے)

باورچی: (بے حد موٹی اور بلند آواز ہاتھوں میں پلیٹوں کی بھرمار کی وجہ سے جھک نہیں سکتا) ''کورنش بجا لاتا ہوں---'' (جھک کر پلیٹوں میں سینڈوچز کے ڈھیر لگانے لگتا ہے)

روحی: (ریحانی سے سرگوشی میں) ''ذرا اس سے پوچھنا---کہ آ کون رہا ہے؟''

ریحانی: ''میں ابھی اس سے اگلواتا ہوں---(آگے کو بڑھتا ہے) یہ سینڈوچز کی پہاڑیاں کس کے لیے بنا رہے ہو باورچی؟ کوئی مہمان آ رہا ہے؟''

Scanned with CamScanner

باورچی: (کھڑا ہوکر عادتاً ہنستا ہے۔کالی مونچھوں میں سے سفید دانت چمکتے ہیں) ''جی ہاں صاحبزادے۔نواب جعفر کے مہمان خاص---'' (صوفی کی طرف بامعنی نظروں سے دیکھتا اور ذرا مسکراتا ہے) ''ساری دوپہر ہی سینڈوچز بناتا رہا۔''

ریحانی: ''ضرور کوئی پیٹو ہوگا جو تم نے اتنے بہت سے سینڈوچ بنائے۔ہوں؟''

باورچی: (عادتاً موٹی آواز سے کھلکھلا کر ہنس پڑتا ہے) ''ہاہاہا---کیا بات کہی صاحبزادے۔پیٹو' پیٹ میں بل پڑ گئے۔(صوفی کی طرف پھر پُراسرار نظروں سے دیکھتا ہے۔(پھر جھک کر چند سینڈوچ ایک پلیٹ میں رکھ کر مؤدبانہ پیش کرتا ہے۔) ایک ٹیسٹ کر کے دیکھئے حضور--- بڑا لذیذ ہے۔محنت سے بنائے ہیں۔(صوفی کی طرف آتا ہے) آپ بھی ٹیسٹ کر دیکھئے صوفی بی بی---اور روحی بی بی آپ بھی لیجئے۔''

ریحانی: (بیک وقت دو سینڈوچ اٹھا کر منہ میں بھر لیتا ہے) ''واہ واہ لذیذ تو بہت ہیں مگر یہ بتاؤ یہ مہمانِ خصوصی ہیں کون؟''

(روحی سینڈوچ کھا رہی ہے۔صوفی ہاتھ میں پکڑے اُداس بیٹھی ہے)

باورچی: (بلند آواز) ''میں نام تو جانتا نہیں حضور--- پر اتنا جانتا ہوں نواب جعفر کے کوئی خاص الخاص مہمان ہیں--- ہاہاہا---'' (صوفی کی طرف کن اکھیوں سے دیکھتا ہے) ''ارے بی بی صوفی - آپ نے چکھا تک نہیں۔ ہاتھ میں پکڑے بیٹھی ہیں---''

(روحی آدھا سینڈوچ واپس پلیٹ میں رکھ دیتی ہے اور خاموشی سے ان سب سے ہٹ کر دریچے میں جا کھڑی ہوتی ہے اور باہر دیکھتی ہے۔ ریحانی کبھی کبھی کوئی چیز اٹھا کر کھانے لگتا ہے)

باورچی: (بے حد بلند آواز) ''صوفی بی بی۔سینڈوچ پسند نہیں تو فروٹ سیلڈ پیش کروں؟''

صوفی: (اداس) ''بس تم رہنے دو باورچی مجھے بھوک نہیں ہے۔''

باورچی: ''سینڈوچ کے اندر کی پودینے کی چٹنی آپ کی بھوک کھول دے گی--- (قریب جا کر) اس گھر میں مجھے اٹھارہ سال ہوئے پر اتنا خاموش میں نے آپ کو کبھی نہ دیکھا---اور پھر آج---؟''

(روحی پلٹ کر باورچی کو دیکھتی ہے)

روحی: ''کیوں؟ آج کی کیا خاص بات ہے باورچی؟''

(باورچی پلٹ کر صوفی کو دیکھتا ہے اور موٹی آواز میں ہنستا ہوا باہر نکل جاتا ہے)

ریحانی: (باورچی کو جاتا ہوا دیکھتا ہے پھر اس کے جاتے ہی کہتا ہے) ''یہ باورچی آج کیسی باتیں کر رہا تھا؟''

روحی: (دریچے سے واپس آتی ہے اور پیانو کے پاس کھڑی ہو جاتی ہے) ''ریحانی مجھے یقین ہے چچا جعفر نے آج مرجان کو چائے پر بلایا ہے۔''

ریحانی: ''نواب مرجان؟--- وہ مگرمچھ کی شکل والا پاجی؟ جو کراچی کے ریس کلب میں مجھے ملتا رہا ہے۔جس نے بعد میں چچا سے میری چغلی کھائی تھی؟''

صوفی: ''وہی تو نہیں جس نے چچا کو لکھا تھا کہ تم امتحان کی تیاری کی بجائے تمام تمام دِن گھڑدوڑ کے شغل میں لگے رہتے ہو---''

ریحانی: ''ہاں وہی مگرمچھ کی شکل والا پاجی---''

روحی: ''مگر میں نے تو سنا تھا کہ وہ بڑا بانکا سجیلا اور حسین ہے۔''

ریحانی: ''پھوپھی زبیدہ یا چچا جعفر نے کہا ہوگا تم سے؟''

Scanned with CamScanner

روحی: ''شہزادی عائشہ کا خیال تھا---''

ریحانی: (حقارت سے) ''ہوں۔ ان لوگوں کا معیارِ حسن ہی دنیا سے نرالا ہوتا ہے۔ مگر سوال یہ ہے یہ گدھا آ کیوں رہا ہے یہاں؟''

روحی: ''ریحانی۔ یہ آ نہیں رہا۔ بلایا گیا ہے۔ اسے صوفی کے رشتے کے سلسلے میں یہاں مدعو کرنے کے مشورے ہو رہے تھے--- میں نے چھپ کر سنا تھا۔''

ریحانی: (یکا یک چیخ پڑتا ہے) ''صوفی کے رشتے کے سلسلے میں، کیا کہا تم نے؟ مجھے تبھی شبہ تھا۔ کل رات میں باغ کے دریچے کے نیچے چھپا کھڑا تھا پر ان لوگوں کی پوری گفتگو نہ سن سکا--- ورنہ میں اسی وقت---''

(اچانک صوفی ذرا چیخ کر رو پڑتی ہے۔ آواز سن کر ریحانی اور روحی گھبرا کر اس کی طرف پلٹتے ہیں)

صوفی: ''اوں وں--- ہائے ریحانی--- اب کیا ہوگا؟''

(ریحانی شدید جوش میں اپنے ہاتھ سے اپنی ہتھیلی پر مکا مارتا ہے۔ ہاتھ اٹھتا ہے تو پیانو پر رکھا ہوا گلدان زمین پر چھن سے گر پڑتا ہے)

ریحانی: ''ہوں--- دیکھ لیا اب کیا ہوگا---''

(ہاتھ صوفی کی طرف زور سے بڑھاتا ہے تو چائے کی ایک پیالی نیچے گر پڑتی ہے) ''تم کیوں خواہ مخواہ روئے جا رہی ہو صوفی'' (ہاتھ اٹھا کر وہ کہتا ہے تو تپائی پر رکھی کوئی اور چیز گر پڑتی ہے) ''وہ یہاں سے زندہ بچ کر نہیں جائے گا---''

(ہاتھ اٹھا کر جوش سے پیانو پر مارتا ہے۔ جس سے دوسرا گلدان گر پڑتا ہے)

''کچل کر رکھ دوں گا موذی کو--- خون پی لوں گا اس کا۔ سر چکنا چور کر دوں گا اس کا۔''

(روحی اٹھ کر ساری گری ہوئی چیزیں جلدی جلدی اکٹھی کرتی ہے۔)

روحی: (جھک کر چیزیں اٹھاتی ہوئی) ''سر شوق سے چکنا چور کرو--- مگر یوں کمرے کی چیزوں کو چکنا چور نہ کرو---''

ریحانی: ''سر اور کمرے کی چیزیں کیا--- میں ایک دنیا کو چکنا چور کر دوں گا۔ صوفی کے لیے اپنی جان دے دوں گا---''

(جذبے اور غصے سے تیزی سے مڑتا ہے تو ایک کرسی اور چائے کی ایک پیالی گر پڑتی ہے اور وہ سٹیج پر کچھ سوچتا ہوا ٹہلنے لگتا ہے)

روحی: (جھک کر کرسی اٹھاتے ہوئے) ''سنو ریحانی۔ ان شیخیوں کا کوئی فائدہ نہیں۔ اب وہ وقت ہے کہ تم سوچ سمجھ کر کام کرو۔ یوں ٹہلنے سے کیا ہوتا ہے؟''

ریحانی: (غصے سے روحی کی طرف دیکھتا ہے) ''کبھی کوئی کتاب بھی پڑھنی نصیب ہوئی؟--- افلاطون یوں ہی ٹہل ٹہل کر سوچا کرتا تھا۔''

صوفی: (روتے ہوئے) ''ریحانی کو سوچنے دو روحی!''

روحی: (غصے سے) ''سوچو بابا سوچو۔''

(کتاب اٹھا کر پڑھنے بیٹھ جاتی ہے)

''دیکھیں کیا تیر مارتے ہو۔''

(ریحانی دو لمحے اس زور سے ٹہلتا ہے کہ اس کے مڑنے پر کئی چیزیں گرتے گرتے بچ جاتی ہیں۔ یا گر پڑتی ہیں پھر ایک جگہ کھڑا ہو کر اپنی ہتھیلی پر مکا مار کر صوفی کی طرف لپکتا ہے)

Scanned with CamScanner

ریحانی: ''اب یہ رونا دھونا چھوڑو صوفی ---''

صوفی: (آنکھیں خشک کر کے پُر اُمید نظروں اس کی طرف دیکھتی ہے) ''کچھ سوچا ریحانی ؟''

(روحی کتاب کے اوپر سے ریحانی کو دیکھتی ہے)

ریحانی: ''تیر بہدف نسخہ ---تم دونوں میری ذہانت پر عش عش کر اٹھو گی۔''

صوفی: (خوشی سے) ''سچ ؟''

روحی: (کتاب پر نظر جھکا کر طنزیہ) ''اپنی ذہانت کا لوہا چچا جعفر سے تو آپ پہلے ہی منوا چکے--- میں تمہارے ہی بھلے کی کہتی ہوں ریحانی۔ کچھ کرنا ہے تو جلدی کرو۔''

ریحانی: ''بے وقوف لڑکی۔ یہاں ساری منصوبہ بندی ہو چکی ہے۔ آؤ تم دونوں کو سناؤں۔ مگر شرط یہ ہے کہ تم دونوں مجھ سے پورا پورا تعاون کرو۔ کرو وعدہ۔''

روحی: (کتاب رکھ کر اشتیاق سے اس کی طرف دیکھتی ہے) ''ہاں ہاں میں وعدہ کرتی ہوں۔''

صوفی: ''اور میں دل و جان سے وعدہ کرتی ہوں ریحانی کہ میں پورا تعاون کروں گی۔''

(ریحانی دونوں لڑکیوں کے پاس جاتا اور جھک کر سرگوشیوں میں کچھ سمجھاتا ہے کچھ دیر تینوں اشاروں سرگوشیوں میں مصروف رہتے ہیں)

روحی: (کھلکھلا کر ہنس پڑتی ہے) ''زندگی میں پہلی مرتبہ کچھ سوچ کے دیا تم نے۔''

صوفی: (ہنسی نہیں رکتی) ''ہی ہی کھو کھو--- واقعی تم بڑے ذہین نکلے ریحانی

پیارے---''

ریحانی: ''صوفی! میں تیرے لیے آسمان کے تارے---''

(دروازے پر زور سے گھنٹی بجتی ہے)

ریحانی: (دانت پیستا ہے) ''آ گیا---کم م م بخت۔''

(تیزی سے صوفی اور روحی کی طرف بڑھتا ہے) یاد رکھنا لڑکیو میری ہدایات--- میرے اشاروں پر کام کرنا--- اب میں دروازہ کھولتا ہوں۔''

(ریحانی اپنی ٹائی کی گرہ درست کرتے ہوئے اور ذرا کھنگارتے ہوئے لپک کر دروازے کی طرف جاتا ہے۔)

(صوفی ہدایات کے مطابق بھاگ کر تیزی سے دروازے سے باہر نکل جاتی ہے روحی صوفے پر بیٹھ جاتی ہے۔ اس نے آگے کی طرف پاؤں پھیلا رکھے ہیں۔ گردن ایک طرف کو ڈھلکی ہوئی ہے اور ہاتھ دائیں بائیں ساکت صوفے پر پڑے ہوئے ہیں)

ریحانی: (دروازہ کھول کر مسکراتا اور ذرا سا آگے کو جھک کر مہمان سے پُر اخلاق لہجے میں کہتا ہے)

''تشریف لائیے۔ مزاج شریف ؟''

(مہمان موٹا ہے۔ توند اور گال پھولے ہوئے اور آگے کو نکلے ہوئے۔ سر پر فلٹ ہیٹ، بے حد تنگ موری کی پتلون کے اوپر توند بہت کھلی ہوئی ہے۔ سیاہ گھچادار مونچھوں میں سے سرخ ہونٹ نمایاں ہیں۔)

نواب مرجان: ''معاف کیجیے گا میں وقت سے نصف گھنٹہ پہلے آ گیا---نواب جعفر یار جنگ بہادر تشریف رکھتے ہیں؟'' (روحی پر نظر پڑتی ہے)

Scanned with
CamScanner

ریحانی: (سنی اَن سنی کر جاتا ہے) ''خوش آمدید۔ خوش آمدید۔ تشریف رکھیے۔ میں نواب جعفر کا بھتیجا ہوں۔ مجھے ریحانی کہتے ہیں۔''

مرجان: (مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتا ہے) ''اچھا اچھا---''

(ریحانی مصافحے کے دوران بڑے زور سے مرجان کی ایک انگلی پچک دیتا ہے ساتھ ہی زور زور سے مصافحہ کرتا ہے)

مرجان: (درد سے تڑپ اٹھا۔ شکل عجیب سی ہوگئی اور چیخ پڑا)

''او---او---و۔'' (ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرتا ہے)

ریحانی: (ہاتھ چھوڑ کر معذرت کے لہجے میں) ''معاف کیجئے نواب صاحب--- میں وفورِ جوش میں اکثر اپنے دوستوں کے ہاتھ پچکا دیتا ہوں۔ (ہاتھ بڑھاتا ہے) آیوڈین لگا دوں؟''

(درد سے اپنا ہاتھ ملتا ہے)

مرجان: (درد سے اب تک چہرہ مسخ ہے) ''نہیں کوئی بات نہیں۔ کراچی کے ریس کلب میں آپ بڑی باقاعدگی سے تشریف لایا کرتے تھے۔ وہیں آپ کو دیکھا تھا---''

(روحی پر ایک بھرپور نظر ڈالتا ہے جو اسی حالت میں بت بنی بیٹھی ہے)

ریحانی: (بے پروائی سے) ''دیکھا ہوگا۔ ایک شکل کے کئی لوگ ہوتے ہیں۔''

مرجان: (قدرے متعجب) ''تو کیا وہ--- آپ نہیں تھے؟''

(روحی پر ایک نظر ڈالتا ہے)

ریحانی: (خوش مزاجی سے ہنستا ہے) ''ہی ہی۔ یقینی طور پر کیا عرض کر سکتا ہوں؟ ---ویسے میرا حافظہ اس قدر کمزور واقع ہوا ہے کہ اس وقت جو کچھ گزر رہا ہے رات تک بھول جاؤں گا۔''

مرجان: (حیران) ''ارے، مگر کیوں؟''

(پلٹ کر روحی کی طرف دیکھتا ہے)

ریحانی: (سنجیدگی اور بے پروائی سے) ''کوئی دماغی نقص معلوم ہوتا ہے۔ خاندانی مرض ہے۔ آپ تشریف تو رکھیے۔'' (صوفے کی طرف اشارہ کرتا ہے)

مرجان: (کسی قدر سہما ہوا ہے۔ بار بار روحی کی طرف نظر اٹھ جاتی ہے) ''خاندانی مرض؟ دماغی نقص؟''

(پھر روحی کی طرف دیکھتا ہے)

ریحانی: ''آپ اطمینان سے بیٹھئے نا---اور سر سے ٹوپی تو اتاریئے۔

(آگے بڑھتا ہے۔ مہمان نواز عجز سے) میں اتاروں آپ کی ٹوپی؟''

مرجان: (ذرا ناگواری سے) ''نہیں نہیں شکریہ''

(سر پر ہاتھ رکھ لیتا ہے تاکہ ریحانی ٹوپی نہ اتارے)

(مرجان روحی کی طرف دیکھتا ہوا ذرا تامل کر کے صوفے پر بیٹھنے کو جھکتا ہی ہے کہ دروازہ پھٹ سے کھلتا ہے اور صوفی ایک گیس بیلون کے پیچھے بھاگتی ہوئی اندر آتی ہے۔ گیس بیلون کو قابو میں رکھنے کے لیے وہ کبھی ایک سمت کو بھاگتی ہے کبھی اوپر چھت کی طرف اُچکتی ہے)

مرجان: (بیٹھنے کا ارادہ ترک کر کے گھبرا کر کھڑا ہوگیا ہے) ''نواب جعفر تشریف رکھتے ہیں؟ میں ان کے دیئے ہوئے وقت سے نصف گھنٹے پہلے آیا۔ بہرحال---وہ تشریف رکھتے ہوں تو اطلاع کروا دیجئے۔'' (صوفی کو اوپر اور بیلون کے پیچھے دوڑتا دیکھ کر خود ایک محفوظ کونے میں جا کھڑا ہوتا ہے)

ریحانی: (اطمینان سے) ''جی؟ کیا فرمایا؟ کون--- ارے آپ نے ٹوپی نہیں اتاری؟ میرا خیال ہے خواتین کی موجودگی میں ٹوپی کی ضرورت نہیں ہوتی

Scanned with CamScanner

میں اتاروں؟''

مرجان: (برامان کر غصے سے) ''اس موضوع کو چھوڑ یئے جناب--- یہ بتایئے نواب جعفر---''

ریحانی: (ہنستا ہے) ''ہی ہی ہی--- آپ اندر سے گنجے معلوم ہوتے ہیں--- کیا فرمایا آپ نے؟''

مرجان: (برہمی کا لہجہ- خشکی سے) ''میرا ایک ہی سوال تھا--- نواب جعفر تشریف رکھتے ہیں یا نہیں؟''

ریحانی: ''میں بتاؤں آپ کو؟---'' (انگشتِ شہادت اور انگوٹھا ملتے ہوئے جیسے کوئی سریش چمٹ گئی ہو) ''بالکل نہیں--- بالکل نہیں۔''

مرجان: (صوفی کی دوڑ بھاگ سے بچتا ہوا کبھی اِدھر کبھی اُدھر جا کھڑا ہوتا ہے) ''بالکل کے کیا معنی جناب؟ نواب صاحب نے اس وقت مجھے یہاں بلایا تھا۔''

ریحانی: ''ضرور بلایا ہوگا اور پھر بھول گئے ہوں گے۔ میں نے عرض کیا تھا نا--- بھولنا ہمارا خاندانی مرض ہے۔''

مرجان: (پیشانی سے پسینہ خشک کرتا ہے۔ اپنے آپ سے) ''خدا کی پناہ---''

ریحانی: ''دیکھئے میں پھر بھول گیا۔ ان معزز خواتین کا تعارف آپ سے کرایا ہی نہیں۔ یہ میری بھول کا عالم ہے--- (صوفے کی طرف پلٹتا ہے) یہ میری چچازاد بہن روحی ہیں--- روحی- روحی--- ادھر دیکھو---''

(روحی کی آنکھوں کے آگے ہاتھ ہلاتا ہے مگر وہ بے خبر بیٹھی رہتی ہے)

(صوفی ادھر ادھر کو دوڑ رہی ہے۔ ادھر انگلی اٹھاتا ہے) ''اور یہ ہے میری چچازاد بہن---''

(مرجان سلام کرنے کو سر جھکاتا ہے تو ٹوپی گر پڑتی ہے اور گنجا سر نمودار ہوتا ہے۔ سر کے پیچھے بالوں کی جھالر لگی ہے۔ ریحانی تیزی سے بڑھ کر ٹوپی اٹھاتا اور اپنے دونوں ہاتھوں پر رکھ کر مرجان کو پیش کرتا ہے)

ریحانی: ''ہی ہی--- مجھے پہلے ہی شبہ تھا کہ آپ گنجے ہیں۔ پہن لیجئے میں پہنا دوں؟''

مرجان: (ایک جھٹکے سے ٹوپی لے لیتا ہے) ''شکریہ-----''

ریحانی: ''صوفی--- یہ ہیں نواب مرجان---''

مرجان: (پُرشوق نظروں سے صوفی کو دیکھتا ہے) ''اچھا یہ ہیں محترمہ صوفی؟ معلوم ہوتا ہے بڑی الہڑ شخصیت پائی ہے'' (کورنش کے انداز میں جھکتا ہے) ''سلام شوق صوفی صاحبہ---''

صوفی: (گیس بیلون کو اچک کر قابو میں کر لیتی ہے۔ پھر مرجان کی طرف پلٹتی ہے) ''سلام سلام (گاتی ہے) پاک فوج کو سلام--- پاک فوج کو سلام--- (قہقہہ لگاتی ہے) ہی ہی--- ہاہاہا۔''

(ہنستی ہوئی گیس بیلون کے تعاقب میں باہر نکل جاتی ہے۔)

مرجان: (سخت پریشان۔ خوفزدہ ادھر ادھر دیکھتا ہے) ''مگر--- نواب جعفر کہاں چلے گئے۔''

ریحانی: ''میرا خیال ہے وہ مینٹل ہاسپٹل گئے ہیں؟''

مرجان: (بوکھلا کر) ''مینٹل ہاسپٹل؟''

ریحانی: ''اس کے سوا وہ جا بھی کہاں سکتے ہیں؟''

مرجان: (روحی کی طرف خوفزدگی سے دیکھتا ہوا) ''کس سلسلے میں؟''

ریحانی: ''کبھی کبھی ذہنی معالج سے ملنا مفید ہوتا ہے۔''

مرجان: ''نواب جعفر نے کبھی مجھ سے اس کا ذکر نہیں کیا۔''

ریحانی: ''ذکر کیا کرتے'' (آہ بھرتا ہے)

مرجان: ''مگر انہیں ذکر تو ضرور کرنا چاہیے تھا''

ریحانی: ''اپنے خاندانی امراض کا یوں کھلم کھلا کوئی ذکر بھی کیوں کرے۔ آپ بھی اس سلسلے میں ان سے کوئی بات نہ کیجیے۔ انہیں دکھ ہوگا۔''

مرجان: ''مگر انہیں اپنے خاندانی مرض کا ذکر تو ضرور کرنا چاہیے تھا۔ جناب میں نے بڑی تعریفیں سنی تھیں---خصوصاً محترمہ صوفی کی موسیقی کی مہارت کے قصے---''

(صوفی گیس بیلون لہراتی ہوئی داخل ہوتی ہے۔ بیلون پھٹ سے آ کر مرجان کے منہ پر لگتا ہے۔ وہ گھبرا کر اپنا گال سہلاتا ہوا پیچھے کی طرف ہٹتا ہے۔ صوفی کھلکھلا کر پُرشور آواز میں ہنسنے لگتی ہے۔ مرجان آگے کو بڑھتا ہے تو اس کی نظر روحی پر پڑتی ہے۔ آنکھیں چار ہوتے ہی روحی انگلیوں کے اشارے سے مرجان کو اپنی طرف بلاتی ہے۔ مرجان ڈر کے مارے پھر دوسرے سرے پر جا کھڑا ہوتا ہے۔ روحی برابر اسے اشارہ کر کے اپنی طرف بلاتی رہتی ہے)

ریحانی: ''وہ آپ کو بلا رہی ہیں''

مرجان: (تیزی سے دروازے کی طرف جاتا ہے) ''جی نہیں۔ جی نہیں -- مجھے معاف کیجئے اور اب اجازت دیجئے۔''

(دروازے کی طرف تقریباً بھاگتا ہے)

ریحانی: ''ٹھہریے ٹھہریے -- چائے چائے-----''

مرجان: (بھاگتے ہوئے) ''بخشیے بخشیے - خدا حافظ خدا حافظ---''

(دروازہ پھٹ سے بند ہو جاتا ہے۔ اس کے جاتے ہی تینوں بے اختیار ہنس پڑتے ہیں)

ریحانی: (چائے کی میز کی طرف جاتا دونوں ہاتھوں میں سینڈوچ اٹھا لیتا ہے) ''اس وقت میں نے ایک عظیم معرکہ سر کیا ہے--''

صوفی: ''واقعی ریحانی پیارے! تمہیں ہلال پاکستان ملنا چاہیے''

(ریحانی وفورِ مسرّت و جوش میں دونوں ہاتھوں میں سینڈوچ پکڑے ناچنے لگتا ہے (ناچ موقع کی مناسبت سے رکھا جائے) ناچتے ناچتے دروازے کی طرف جا پہنچتا ہے۔ دروازہ کھلتا ہے اور چچا جعفر شام کے ایک پُرتکلف گہرے رنگ کے سوٹ میں اندر داخل ہوتے ہیں۔ ریحانی گھبراہٹ میں سینڈوچ پھینکتا ہے تو وہ چچا کے کندھے پر جا لگتا ہے۔ لڑکیاں سہمی ہوئی کھڑی ہیں)

چچا جعفر: (برہم ہو گئے ہیں) ''آخر یہ تمہیں دیوانگی کے کیا دورے پڑتے رہتے ہیں؟ کیا ہو رہا تھا یہاں؟'' (آواز بلند ہے)

ریحانی: (بے حد خوفزدہ۔ بے ساختگی کے ساتھ) ''وہ--- وہ--- (فضا میں اشارے کرتا ہے) کچھ نہ پوچھیے چچا جعفر کتنا ستایا اس نے۔''

جعفر: (چیخ کر) ''کس نے؟''

ریحانی: ''ایک کمبخت بھڑ اندر آ گئی تھی اسی کو مار رہا تھا۔'' (بڑھ کر چچا کے کندھے سے سینڈوچ جھاڑتا ہے)

جعفر: (دھیما لہجہ) ''بھڑ، مار بھی دیا اسے تم نے؟''

ریحانی: ''کچل دیا---دوبارہ اس طرف کا رخ نہ کر پائے گی۔''

جعفر: ''اچھا کیا--- کیونکہ اس کمرے میں ابھی ابھی میرے ایک مہمان آنے

Scanned with CamScanner

والے ہیں۔ (لڑکیوں کی طرف دیکھتے ہیں) صوفی پیانو کی مشق کر لی؟"

صوفی: (بے حد مؤدبانہ) "جی۔ تمام دن بھر مشق کرتی رہی چچا جعفر۔"

چچا جعفر: (مطمئن ہو جاتے ہیں) "ہوں---" (روحی کی طرف دیکھتے ہیں)
"اور تم روحی؟ تیرتی بھی رہی یا وقت ہی ضائع کیا؟"

روحی: (آگے کو بڑھ کر چچا کے کندھے پر رہا سہا سینڈوچ کا نشان پونچھتے ہوئے)
"ابھی ابھی تالاب سے نکلی ہوں پیارے چچا---"

(دروازہ کھلتا ہے۔ احمد داخل ہو کر پھوپھی زبیدہ کے داخلے کے لئے دروازے کا پردہ ہٹا دیتا ہے۔ پھوپھی زبیدہ شام کے ایک ہلکے آسمانی رنگ کے پُرتکلف لباس میں اندر داخل ہوتی ہیں۔ گلے سے لگا ہوا گلوبند ہے۔ کانوں میں ہیرے کے آویزے ذرا سی حرکت پر ہلتے ہیں۔ یوڈی کولون سونگھتی ہوئی بیٹھنے لگتی ہیں۔ احمد چلا جاتا ہے۔ صوفی پھوپھی زبیدہ کے صوفے کے پیچھے آ کھڑی ہوتی ہے۔ روحی پھوپھی کے آگے سگریٹ کا ڈبہ اور ایش ٹرے لا رکھتی ہے۔ چچا جعفر سگار پیتے ہوئے ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر ایک کرسی پر بیٹھ جاتے ہیں، ریحانی چچا کے قریب کھڑا ہو جاتا ہے)

ریحانی: (سگریٹ کا ڈبہ چچا کے آگے پیش کرتا ہے) "سگریٹ چچا جان؟"

چچا جعفر: (خشکی سے) "سگار پی رہا ہوں۔"

ریحانی: (ایش ٹرے اٹھا کر سامنے پکڑتا ہے)
"سگار کی راکھ اس میں جھاڑ دیئے چچا جان۔"

چچا جعفر: (ذرا ناگواری سے) "میں جانتا ہوں---تم بیٹھ کیوں نہیں جاتے۔"

زبیدہ: "میں نے ابھی ابھی ایک انجمنِ خواتین کا افتتاح کیا ہے۔ سیدھی وہیں

سے آ رہی ہوں۔ مجھے دیر تو نہیں لگی جعفر---؟ اچھا ہوا نواب مرجان میرے آنے سے پہلے نہیں پہنچے۔"

چچا جعفر: (سگار پیتے ہوئے) "تم ٹھیک وقت پر پہنچیں زبیدہ۔ مرجان آنے ہی والے ہوں گے۔"
(ریحانی اور لڑکیاں آپس میں کن انکھیوں سے دیکھتے ہیں)

زبیدہ: "شہزادی عائشہ کہاں رہ گئیں---"
(احمد داخل ہوتا ہے اور شہزادی عائشہ کے لیے پردہ اٹھاتا ہے۔ شہزادی عائشہ پُرتکلف لباس میں گلے میں بے شمار موتی کی لڑیاں پہنے اندر داخل ہوتی ہیں۔ ایک ہاتھ میں سگریٹ، دوسرے میں تسبیح ہے۔ چچا جعفر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ شہزادی عائشہ کو بٹھا دیتے ہیں اور خود بھی بیٹھ جاتے ہیں۔ احمد رخصت ہو جاتا ہے)

پھوپھی زبیدہ: (شگفتگی سے) "بڑی عمر ہے عائشہ پیاری تمہاری --- کہاں رہ گئی تھیں؟"

عائشہ: "نمازِ عصر میں دیر لگ گئی زبیدہ۔ کیا کروں ادھر نماز کی نیت باندھ کر کھڑی ہوئی، ادھر فلمی گیت بجنے شروع ہو گئے۔"
(تسبیح کے دانے پھیرنے لگ جاتی ہیں)

زبیدہ: (سنجیدگی سے) "ظاہر ہے تم لوگوں کا دل نماز سے زیادہ فلمی گیتوں میں لگتا ہے (ہنستی ہے) تمہیں اب تک عشقیہ گیت پسند ہیں عائشہ؟ ہی ہی ہی--- (یوڈی کولون سونگھتی ہے) یاد ہے طالب علمی کے زمانے میں تمہیں فارسی کی عشقیہ غزلیں از بر ہوتی تھیں۔"

عائشہ: (ذرا برا مان کر) "مگر زبیدہ یہ تو ریڈیو والوں کی کھلی شرارت ہے۔ عین

Scanned with CamScanner

نماز کے وقت فلمی گانے بجانے لگتے ہیں۔ کئی علماء کی طرف سے اعتراض بھی ہوئے مگر ان لامذہبیوں کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔''

زبیدہ: (نہایت سنجیدگی سے) ''نہیں نہیں--- میں کہتی ہوں علماء کو بھی اپنا دل نماز میں لگانا چاہیے۔ تم لوگ تاریخ کا وہ واقعہ بھول گئے--- حضرت علیؑ کے جسم مبارک میں ایک تیر پیوست ہوگیا تھا۔ یہ تیر اس وقت نکالا گیا تھا جب حضرت علیؑ نماز پڑھنے میں محو تھے۔ انہیں خبر بھی نہ ہوئی۔''

ریحانی: (اپنے آپ کو عقلمند اور سنجیدہ ظاہر کرتے ہوئے) ''سبحان اللہ''

صوفی: (آہستہ سے) ''زیرلب--- تم چپ رہو ریحانی---''

پھوپھی زبیدہ: (کلائی کی گھڑی دیکھتے ہوئے) ''نواب مرجان ابھی نہیں پہنچے، کیا وقت دیا تھا تم نے جعفر؟''

چچا جعفر: (سگار پیتے ہوئے آواز گول گول) ''ساڑھے پانچ---''

روحی: ''اور اب چھ بج رہے ہیں---''

ریحانی: ''چچا جان کے دیئے ہوئے وقت سے پورا آدھا گھنٹہ لیٹ۔''

چچا جعفر: ''وہ وقت کا بے حد پابند ہے۔'' (ریحانی پر نظر ڈال کر) ''آج کل کے نوجوانوں کی طرح نہیں---''

ریحانی: (گھبرا کر خوشامدانہ) ''ایش ٹرے پیش کروں چچا جان؟''

چچا جعفر: (خشکی سے) ''وہ میرے سامنے رکھی ہے۔ تم ایک طرف کو ہو بیٹھو۔''

ریحانی: ''جی بہت اچھا---'' (مؤدبانہ بیٹھ جاتا ہے)

پھوپھی زبیدہ: (عادتاً بے چین۔ یوڈی کولون اٹھاتے ہوئے) ''تم تو میری عادتیں جانتی ہو عائشہ۔ وقت سے ڈھائی منٹ بھی کوئی دیر میں پہنچے تو میرے اعصاب تہہ و بالا ہوجاتے ہیں اور اس شخص پر سے میرا اعتماد اٹھ جاتا ہے۔''

ریحانی: ''بالکل درست---''

روحی: (ہونٹوں پر انگلی رکھ کر ریحانی کو مداخلت سے روکتی ہے) ''شو''

چچا جعفر: (ذرا پریشان اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور دریچے کی طرف جا کر باہر دیکھتے ہیں) ''سمجھ میں نہیں آتا--- نواب مرجان نے غیر معمولی دیر لگادی۔''

عائشہ: ''گرمیوں کی تپتی ہوئی سہ پہر ہے۔ آدمی کو تیار ہو کر نکلتے ہوئے بھی کچھ دیر لگ جاتی ہے---''

زبیدہ: ''گرمی ہو یا سردی--- آندھی ہو یا طوفان--- پابندیٔ وقت ضروری ہے۔''

ریحانی: ''ٹھیک فرمایا آپ نے---''

چچا جعفر: (کسی قدر ناگواری سے) ''تم بیٹھ جاؤ ریحانی---'' (لمحہ بھر بعد) ''خیر تھوڑی دیر اور انتظار کر لیتے ہیں۔ مجھے تو ڈر ہے کوئی حادثہ نہ ہوگیا ہو---'' (واپس آ کر صوفے پر فکرمند بیٹھ جاتے ہیں)

عائشہ: (تسبیح کلائی میں ڈالتے ہوئے) ''کوئی بات نہیں۔ ایک ایک پیالی سادہ چائے پی لیتے ہیں۔ دوبارہ نواب مرجان کے ساتھ پئیں گے۔''

صوفی: (خوش مزاجی سے اٹھتی ہے) ''میں بناتی ہوں چائے---''

زبیدہ: ''ہاں پیاری۔ بنا ہی دو۔ اس وقت ایک پیالی تازہ گرم چائے نہ پی لی جائے تو اعصاب---''

ریحانی: (تیزی سے اٹھتا ہے) ''بلاشبہ تہہ و بالا ہوجائیں گے۔''

(روحی اٹھتی ہے اور چائے کی پیالیاں تقسیم کرنے لگتی ہے)

''چچا جعفر--- آپ کی خدمت میں مرچ کے پکوڑے پیش کروں؟''

(مرچ کے پکوڑوں کی پلیٹ چچا کے آگے کرتا ہے)

Scanned with CamScanner

پھوپھی زبیدہ: ''مرچ کے پکوڑے، خدا کی پناہ۔ وہ پیچش کے لیے زہر ثابت ہوں گی۔''

ریحانی: (چاٹ کا ایک چمچہ اپنے منہ میں ڈال کر)
''ویسے تو پیچش میں ہر چیز ہی زہر ثابت ہوتی ہے --- پھر کیا دوں ---''
(سر ترچھا کر کے پلیٹوں پر تنقیدی نظر ڈالتا ہے)

شہزادی عائشہ: ''کیلا مفید رہے گا۔''

ریحانی: ''میں نے کبھی پڑھا تھا بعض شدید قسم کی پیچش میں کیلا بھی ---''

چچا جعفر: (خشکی سے) ''میرا فکر نہ کرو، مہربانی کر کے تم بیٹھ جاؤ ---''

ریحانی: ''جی بہت اچھا ---'' (کیلا پیش کرتا ہے) ''یہ لے لیجئے چچا جان پیارے''

چچا جعفر: (غصے سے ایک جھٹکے کے ساتھ کیلا لے لیتے ہیں اور زور سے بولتے ہیں)
''شکریہ۔''

ریحانی: (مؤدبانہ انداز میں) ''میں چھیل دوں چچا؟''

چچا جعفر: (چباتے ہوئے حقارت اور غصے سے) ''ہوں۔ کیلا بھی کوئی چھیلنے کی چیز ہے؟''

ریحانی: ''تو پھر چمچہ دوں آپ کو؟''

چچا جعفر: ''نہ یہ چمچے سے کھانے کی چیز ہے۔ میں نے عرض کیا تھا آپ بیٹھ جایئے۔''

صوفی: (آہستہ سے ڈانٹتی ہے) ''بیٹھ جاؤ ریحانی۔ کیا کر رہے ہو؟''

پھوپھی زبیدہ: (نہایت نزاکت و نفاست سے چائے کی پیالی ہونٹوں سے ذرا سا چھو کر واپس طشتری میں رکھتی ہیں) ''بڑی عمدہ چائے ہے عائشہ!''

عائشہ: ''چند ڈبے مشرقی پاکستان سے تمہارے لیے لے آئی تھی زبیدہ!''

پھوپھی زبیدہ: ''ہم مغربی پاکستان میں بیٹھ کر یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے ملک میں عمدہ چائے پیدا ہی نہیں ہوتی ---''

صوفی: ''تمہیں یہاں چائے نصیب ہی کہاں ہوتی ہے شہزادی عائشہ- کسی سیاہ رنگ کے سفوف پر چائے کا ایسنس چھڑک دیتے ہیں اور بعض ڈبوں میں تو یہ چھڑکاؤ کرنا بھی بھول جاتے ہیں۔''

پھوپھی زبیدہ: ''میں نے سنا ہے وہاں کی زمین بے حد زرخیز ہے؟''

شہزادی عائشہ: ''وہاں کی زرخیزی کا یہ عالم ہے زبیدہ --- کہ مجھے اپنے صحن میں دو منٹ کھڑے ہوتے ہوئے ڈر لگتا تھا کہ کہیں میرے سر پر کونپلیں نہ نکل آئیں۔'' (سب لیتے ہیں۔ چچا جعفر اخبار پڑھ رہے ہیں۔ کبھی کبھی چائے کا گھونٹ لے لیتے ہیں۔ لڑکیاں چائے بنا رہی ہیں اور دے رہی ہیں۔ ریحانی کھڑا ہوا رہ کر پلیٹوں میں سے مختلف چیزیں اٹھا اٹھا کر مزے سے کھا رہا ہے)

چچا جعفر: (اخبار پڑھتے پڑھتے) ''آج کل سکوٹر کے حادثات بہت ہونے لگے ہیں۔ لکھا ہے ایک آدمی سکوٹر پر جا رہا تھا۔ ڈبل ڈیکر سے ٹکرا کر قیمہ ہو گیا۔''

ریحانی: (لڈو چبا رہا ہے- گھبرا کر) ''قیمہ؟ --- خدا کی پناہ۔ نواب مرجان سکوٹر پر تو نہیں آ رہے تھے چچا جان پیارے؟''

چچا جعفر: (اخبار سے نظر اٹھائے بغیر۔ شدید تنفر۔ زور سے) ''نہیں ---''

پھوپھی زبیدہ: (منہ میں کچھ ڈالنے والی تھیں کہ طشتری فوراً واپس رکھ دیتی ہیں) ''کھانے یا چائے کے دوران میں عبرتناک باتیں میں نہیں سن سکتی۔ اس سے ہاضمہ اور جلد ایک ساتھ متاثر ہوتے ہیں۔ ہاضمہ بگڑتا اور جلد سکڑتی ہے۔''

Scanned with CamScanner

(یوڈی کلون سونگھتی ہے)

شہزادی عائشہ: (سموسہ دانتوں سے کاٹتے ہوئے) ''آج کل کے اخبارات انسانی جلد کے لیے نہایت مضر ہوتے ہیں۔''

ریحانی: (کچھ چباتے ہوئے) ''یہی وجہ ہے شہزادی عائشہ--- کہ میں اخبارات میں صرف فلمی اشتہارات دیکھ لیتا ہوں یا پھر--- زیادہ سے زیادہ لطیفے پڑھ لیا کرتا ہوں۔''

چچا جعفر: (حقارت اور غصے سے۔ اخبار پڑھتے ہوئے) ''تم سے اور توقع بھی کیا ہو سکتی ہے؟''

صوفی: (اندازِ دلبری سے مسکراتے اور چائے بناتے ہوئے) ''اور میں--- صرف وہ صفحہ دیکھتی ہوں جس میں لکھا ہوتا ہے کہ کس کی شادی کس سے اور کس کی منگنی کس سے ہوئی ہے۔''

روحی: (ایک سینڈوچ اٹھا کر چچا کو معنی خیز نظروں سے دیکھتے ہوئے) ''مگر میں تو صرف اسپورٹس کا صفحہ دیکھتی ہوں کہ دنیا کے کس تیراک نے کس ساحل پر تیراکی کا ریکارڈ توڑا۔''

چچا جعفر: (خوش ہو جاتے ہیں۔ اخبار سے نظر اٹھا کر روحی کی طرف دیکھتے ہیں) ''شاباش۔''

زبیدہ: ''خوب خوب--- گویا حواسِ خمسہ کے لیے سبھی چیزیں مہیا ہیں وہاں''

چچا جعفر: (اخبار ایک طرف کو ڈال دیتے ہیں اور اپنی کلائی کی گھڑی میں دیکھتے ہیں) ''ساڑھے چھ ہو گئے۔ صوفی اور روحی تم دونوں کو اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ جا کر اپنی مشق کرو۔'' (صرف گردن پھیرتے ہیں مگر نظر اٹھا کر دیکھتے نہیں) ''اور میاں ریحانی! آپ کافی کھا پی چکے تھوڑی سی

کسرت کر آیئے۔''

(صوفی اور روحی اُٹھ کھڑی ہوتی ہیں)

ریحانی: (جلدی سے جھک کر کوئی کھانے کی چیز اٹھا لیتا ہے۔ نہایت مؤدبانہ) ''جی بہت اچھا- ابھی ڈنڈ اپیلتا ہوں چچا جان---''

صوفی: ''اور میں بھی پیانو پر جا بیٹھتی ہوں۔''

روحی: (ناگواری کا چہرہ) ''اور میں جا کر تالاب میں چھلانگ لگاتی ہوں۔''

(تینوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر ناک بھوں چڑھاتے ہوئے باہر چلے جاتے ہیں)

چچا جعفر: (متفکر) ''نواب مرجان ابھی تک نہیں پہنچا۔ ضرور کسی حادثے سے دوچار ہوا ہے۔''

زبیدہ: ''خدا کرے کہ ہوا ہو--- ورنہ عام حالات میں نواب مرجان پر سے میرا اعتماد اٹھ جائے گا۔''

چچا جعفر: ''تم اسے دیکھتیں تو ضرور اس کی قائل ہو جاتیں۔ اس میں آج کل کے سر پھرے نوجوانوں کا سا اوچھا پن نہیں ہے۔''

عائشہ: (تیسرا سموسہ کھاتے ہوئے) ''آج کل کے نوجوان تو محض خوشنما کاغذی پھول ہوتے ہیں نواب جعفر! ہمارے وقتوں میں---''

چچا جعفر: ''اور میں صوفی کے لیے کاغذی پھول پسند نہیں کرتا--- نہ عشق و محبت کا قائل ہوں۔''

عائشہ: ''ہمارے وقتوں میں پردے کا رواج شدید تھا۔''

زبیدہ: ''مگر خیالات میں شاید بے پردگی ہوا کرتی تھی۔ پرانے زمانے کی عورتوں کی زبان اور خیالات و حرکات اس لیے شدید ہیں۔''

Scanned with CamScanner

عائشہ: ’’پھر ہمارے زمانے میں تو نوجوانوں پر بڑی قیود اور بڑی پابندیاں عائد ہوتی تھیں۔‘‘

پھوپھی زبیدہ: ’’ہاں۔ مگر ان قیود اور پابندیوں کے باوجود تمہیں یاد ہوگا عائشہ کہ اس زمانے کے لوگ نقل وحمل میں کس قدر آزاد ہوتے تھے؟‘‘

چچا جعفر: ’’نقل وحمل چھوڑو--- اس زمانے میں محبت کرنے کا رواج ہی کہاں تھا؟‘‘

عائشہ: ’’ہاں چھپ چھپا کر کسی نے محبت کر لی تو کر لی--- پابندیاں بہت تھیں۔‘‘

زبیدہ: ’’پابندیوں کے باوجود لوگ پابند نہ تھے۔ یاد ہوگا۔ بیگم نواب احتشام الدولہ نے ہمارے زمانے میں تین دفعہ محبت کی تھی۔ تین دفعہ کی تھی یا چار دفعہ؟ ٹھیک یاد نہیں رہا۔‘‘

عائشہ: (پیالی رکھ کر فوراً جواب) ’’صرف تین دفعہ زبیدہ! چوتھی دفعہ تو لوگوں نے بے چاری کو محض بدنام کیا تھا۔‘‘

زبیدہ: ’’ہاں ہاں اب یاد آیا بے چاری نے صرف تین دفعہ محبت کی تھی وہ بھی مجبوراً۔ صرف اس لیے کہ نواب احتشام الدولہ کو اپنے گھوڑوں سے فرصت ہی نہ ملتی تھی۔‘‘

عائشہ: ’’اور کل کی خبر تھی کہ بیگم نجم نے ڈاکٹر نجم سے محض اس لیے طلاق لے لی کہ انہیں سیاسیات سے فرصت نہیں ملتی---‘‘

زبیدہ: ’’سیاسیات ہو یا گھوڑا--- شوہروں کو چاہیے کہ بیویوں کے جذبات کا خیال رکھا کریں۔ اس قسم کے جنون عورت پسند نہیں کرتی۔‘‘

عائشہ: ’’مطلب یہ ہے میرے کہنے کا کہ ہمارے زمانے میں بھی وہی باتیں تھیں

اور آج کل بھی یہی باتیں ہیں---‘‘

زبیدہ: ’’نہیں نہیں--- اس کی وجہ آج کے آدمی کی وسیع النظری ہے۔ ان معمولی باتوں کو خاطر میں نہیں لاتا---‘‘

چچا جعفر: (اکتا کر) ’’آج اور کل کے آدمی کو چھوڑو--- کچھ اخلاقیات کی بھی بات کرو۔ جب کیا تھا اور اب کیا ہے؟‘‘

زبیدہ: ’’مجھے تو کوئی خاص فرق نظر نہیں آتا جعفر! اعلیٰ طبقے کی جو روایات ہمارے زمانے میں تھیں وہی اب ہیں۔ وہی طلاقیں۔ وہی عشق۔ کیوں عائشہ؟‘‘

عائشہ: ’’مگر زبیدہ۔ ایک فرق مجھے صاف نظر آتا ہے۔ ہمارے زمانے میں یہ ناپسندی کی شادی کا بڑا رواج تھا۔‘‘

زبیدہ: ’’ناپسندی کی شادیوں میں ایک عجیب بات اس زمانے میں یہ ہوتی تھی کہ شروع شروع میں میاں بیوی ایک دوسرے کو ناپسند کرتے تھے پھر بتدریج ان میں محبت ہو جایا کرتی تھی۔‘‘

چچا جعفر: ’’اور آج کی پسند کی شادیوں یں ایک عجیب بات یہ ہوتی ہے کہ شروع شروع میں میاں بیوی ایک دوسرے پر جان چھڑکتے ہیں۔ بتدریج طلاق ہو جاتی ہے--- مجھے تو اپنا وہ زمانہ ہی زیادہ عافیت کا لگتا تھا---‘‘

پھوپھی زبیدہ: ’’خاک عافیت کا زمانہ تھا وہ--- اس زمانے میں بیٹھے بٹھائے لوگ کیسی کیسی افواہیں اڑایا کرتے تھے۔‘‘

جعفر: ’’ہاں پر ان افواہوں میں خوبی یہ ہوتی تھی کہ اکثر غلط نکلتی تھیں۔‘‘

عائشہ: ’’ٹھیک کہا آپ نے بھائی جعفر۔ یاد ہوگا ہمارے زمانے میں بیگم تجمل یار جنگ کے متعلق کتنی رنگین افواہ اڑی تھی کہ وہ نواب جونا گڑھ کے ساتھ دو دفعہ فرار ہو گئیں تھیں۔‘‘

Scanned with CamScanner

پھوپھی زبیدہ: (پُر اعتماد لہجے میں) ''ہاں ہاں مگر وہ افواہ سراسر غلط تھی۔ بیچاری بیگم تجمل صرف ایک دفعہ بھاگی تھیں۔ وہ بھی کسی غیر کے ساتھ نہیں بلکہ اپنے ہی کسی بہت قریبی عزیز کے ساتھ۔ یا بھاگنے والی تھیں؟ اب کچھ یاد نہ رہا۔''

عائشہ: ''بھاگی تھیں بھاگی تھیں۔ مجھے یاد ہے مگر صرف ایک دفعہ۔ اس زمانے کے لوگ تنگ دل ہوتے تھے کہ اتنی سی بات پر بے چاری کو بدنام کر دیا تھا۔''

زبیدہ: ''آج کل کے لوگ اس قسم کی باتوں پر توجہ ہی نہیں دیتے۔''

چچا جعفر: ''روزمرہ کی بات جو ہوئی---''

زبیدہ: ''میرا مطلب ہے زمانہ وسیع النظر ہو گیا ہے جعفر۔ اب لوگ نفسیات کو زیادہ ماننے لگے ہیں۔''

جعفر: ''یہی وجہ ہے کہ آجکل ہسٹریا اتنا عام ہے۔''

عائشہ: ''دوسرے---نفسیات کے گہرے مطالعے نے اس زمانے کے انسان کے ذہن سے اس کی اپنی ذات کو بھلا دیا ہے۔ عورتیں اپنی نسوانیت کو خیرباد کہہ چکی ہیں اور مرد اپنی مردانگی کو بھلا کر اس دوڑ میں اپنی ساری ذمہ داریاں عورتوں کے سپرد کرتا جا رہا ہے۔''

زبیدہ: ''ہاں آج کل نکھٹو شوہروں اور کماؤ بیویوں کا رواج بہت مقبول ہو رہا ہے۔''

چچا جعفر: ''میرا تجزیہ تو یہ ہے کہ دو قسم کے مرد کماؤ بیویاں پسند کرتے ہیں۔ ایک غریب دوسرے مریض---''

زبیدہ: ''مجھے دونوں سے ہمدردی ہے۔ ایک غریب ہے۔ دوسرا ذہنی مریض---اور پھر یہ ایک عظیم اور خوشگوار انقلاب ہے۔ آج کی عورت کی اقتصادی

آزادی نے مرد کی خود ساختہ خدائیت کا بھرم کھول کر رکھ دیا ہے۔ آج کی عورت اگر عورت نہیں رہی تو مرد اس کا مجازی خدا بھی نہیں رہا۔''

(خوش دلی سے زور سے ہنس پڑتی ہے)

عائشہ: ''میری نظر میں تو زبیدہ---آج کی عورت کا مقام بلند ہے اس لیے کہ وہ مرد سے زیادہ جفاکش ہے۔''

زبیدہ: ''اور کیا---آدھے دن وہ دفتر اور فائلوں کے مسائل سے نپٹتی ہے تو نصف دن خانہ داری کی فکر رہتی ہے اور رات کو اپنے بچے کا پالنا ہلاتی ہے۔''

(دروازہ کھلتا ہے اور پھوپھی مجتبائی داخل ہوتی ہیں۔ سیدھی چائے کی تپائیوں کی طرف جاتی اور چائے کی اشیا کو جھک جھک کر دیکھتی ہیں اور مسکراتی ہیں)

پھوپھی مجتبائی: ''کوئی بہت شریف مہمان آیا ہوگا جس نے کوئی چیز چکھی تک نہیں؟''

چچا جعفر: ''تمہاری کفایت شعاری اب نقطہ جنون تک جا پہنچی ہے مجتبائی!''

پھوپھی زبیدہ: (ہنستی ہیں) ''مجتبائی تم نے تو چیزیں چائے کی میز سجانے کے لیے رکھیں تھیں نہ کہ کھانے کے لیے۔''

پھوپھی مجتبائی: ''تو اٹھوا دوں یہ چیزیں اب؟ چائے پی چکے تم لوگ؟ احمد۔ احمد--''

(دوسرے دروازے سے نکل جاتی ہے)

(نازی دروازے میں سے جھانکتی ہے)

نازی: ''میں آ سکتی ہوں؟ چلے گئے آپ کے مہمان؟''

نواب جعفر: ''کون مہمان؟''

نازی: ''آپا روحی اور آپا صوفی نے کہا تھا کوئی مہمان آ رہے ہیں اور چھوٹی

Scanned with CamScanner

لڑکیوں کا ڈرائنگ روم میں آنا معیوب ہے۔‘‘

عائشہ: ’’شوق سے آؤ مہمان تو آئے ہی نہیں۔‘‘

نازی: (اندر آتی ہے اور شہزادی عائشہ کی گود میں چڑھنے کی تیاری کر رہی ہے) ’’واہ---میں نے اپنی آنکھوں سے انہیں آتے ہوئے دیکھا۔‘‘

جعفر چچا: ’’آتے ہوئے دیکھا؟‘‘

نازی: (عائشہ کی گود میں بیٹھتی ہے) ’’ہاں۔ پھر جاتے ہوئے دیکھا۔ اتنی لمبی لمبی برش جیسی مونچھیں تھیں۔ ہی ہی ہی۔‘‘ (ہنستی ہے)

(احمد داخل ہوتا ہے۔ چائے کی کیتلیاں واپس لے جاتا ہے۔ نازی ٹرے میں سے اچک کر ایک سموسہ لے لیتی ہے اور دوسرا لینے کی کوشش کرتی ہوئی باہر چلی جاتی ہے)

چچا جعفر: ’’اب میری سمجھ میں آیا---نواب مرجان یہاں آیا ضرور تھا مگر واپس کر دیا گیا۔‘‘

زبیدہ: ’’واپس کس نے کر دیا؟ یہ تو تمہاری صریحاً بدگمانی ہے۔‘‘

چچا جعفر: ’’میں جو کہتا ہوں زبیدہ! ضرور کوئی شرارت کی گئی ہے---ورنہ وہ واپس نہ جاتے۔‘‘

زبیدہ: ’’یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے جعفر؟ وہ تم سے ملنے آیا تھا تو واپس کیوں چلا گیا؟---جو شخص ایسے اہم موقع پر اس قسم کی حرکت کرے اس پر مطلقاً اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔‘‘

عائشہ: ’’مزید برآں اگر نواب مرجان کو کوئی ضروری کام تھا بھی، تب بھی انہیں آپ سے مل کر جانا چاہیے تھا۔‘‘

چچا جعفر: (بے چینی سے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور کچھ سوچ رہے ہیں) ’’جب ملنے

ہی نہ دیا جائے تو وہ غریب کیا کرے؟ میرا تو خیال ہے کہ صوفی کے سلسلے میں قطعی طور پر اب نواب مرجان سے ’’ہاں‘‘ کر دینا چاہیے۔‘‘

پھوپھی زبیدہ: ’’ہرگز نہیں جعفر! تمہیں قطعی ’’نہ‘‘ کرنی چاہیے۔‘‘

(چچا جعفر سر جھکا کر ٹہلنے لگتے ہیں۔)

چچا جعفر: (دو لمحے بعد) ’’مگر میرا تو فیصلہ زبیدہ یہی ہے کہ اس رشتے کو منظور کر لیا جائے۔‘‘

زبیدہ: ’’جعفر---!‘‘

☆O☆O☆ پردہ ☆O☆O☆

چوتھا ایکٹ

سین نواب جعفر کا بیڈروم۔

(فرنیچر مختصر مگر اعلیٰ درجے کا اور خوبصورت۔ سامنے کی دیوار پر ایک بڑا کلاک ایک بجا رہا ہے اور ٹک ٹک کر کے چل رہا ہے۔ دیوار سے لگی ہوئی ایک الماری ہے۔ جس میں چھوٹی بڑی سائز کی کئی بوتلیں اور شیشیاں گھریلو ادویات کی رکھی ہوئی ہیں۔ کمرہ نیم تاریک ہے۔ دریچے باہر کی طرف کھلے ہوئے اور پردے ہٹے ہوئے ہیں۔ دریچے سے باہر باغ میں جہنم کی سی تاریکی پھیلی ہوئی ہے۔ گھڑی کی ٹک ٹک اور چچا جعفر کے خراٹوں کے علاوہ کوئی آواز نہیں۔ چچا جعفر اپنے پُر تکلف چھپر کھٹ پر ریشمی چادر اوڑھے غافل پڑے سو رہے ہیں۔ کچھ دیر بعد دروازہ بہت ہی آہستہ سے کھلتا ہے۔ چادر اوڑھے ہوئے کوئی اندر داخل ہوتا نظر آتا ہے۔ کچھ تاریکی اور کچھ پشت ناظرین کی طرف ہونے کی وجہ سے شکل نظر نہیں آتی۔ پہلے تو چچا جعفر کی طرف دبے پاؤں جاتا ہے پھر جھک کر غور سے انہیں دیکھتا اور ان کی نیند کا جائزہ لیتا ہے۔ پھر دبے پاؤں دواؤں کی الماری کی طرف جاتا، الماری کھول کر بوتلوں کے لیبل ٹارچ کی روشنی ڈال ڈال کر پڑھتا، کبھی احتیاطاً چچا جعفر کی طرف گردن پھیر کر دیکھ لیتا ہے۔ آخر ایک شیشی جس پر ٹینکچر آیوڈین لکھا ہے نکال لیتا ہے۔

اچانک باغ میں کتے کے زور زور سے بھونکنے کی آواز آتی ہے اور پھر باغ ہی میں ایک فائر کی آواز گونجتی ہے جو رات کے سناٹے میں خوفناک لگتی ہے۔ ساتھ ہی دواؤں کی الماری کے پاس ایک نسوانی زوردار چیخ بلند ہوتی

ہے اور دھم سے وہ آدمی زمین پر گر پڑتا ہے جو تھوڑی دیر پہلے اندر داخل ہوا تھا۔)

چچا جعفر: (ہڑبڑا کر پلنگ پر اٹھ بیٹھتے ہیں۔ ریشمی چادر پھسل کر نیچے گر پڑتی ہے)
''کون ---؟''
(تیر کی طرح تیزی سے اٹھتے اور اپنے سنگھار میز کے پاس جا کر دروازہ کھولتے ہیں تا کہ ریوالور نکالیں جو غائب ہے)

چچا جعفر: (سخت ہراساں) ''میرا ریوالور --- کیا ہوا؟ --- کس نے لیا ---؟''
(تقریباً بھاگتے ہوئے باغ کے دریچے کی طرف جاتے ہیں جہاں سے گولی چلنے کی آواز آئی تھی۔ اچانک ان کی نظر سامنے قالین پر پڑتی ہے جہاں کوئی شخص بے ہوش پڑا ہے۔ ٹھٹھک کر لمحہ بھر کو کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جھک کر دیکھ رہے ہیں کہ شہزادی عائشہ بالا خانے کے زینوں پر سے دوڑتی ہوئی چیختی چلاتی نیچے پہنچتی ہیں۔ گلابی ریشم کا ڈریسنگ گاؤن پہن رکھا ہے۔ بالوں میں پنیں لگی ہوئی ہیں۔)
(اگر زینہ لگوانا منظور نہ ہو تو دروازہ پھٹ سے کھلتا اور شہزادی داخل ہوتی ہیں)

شہزادی عائشہ: (شور مچاتی ہوئی) ''چور' چور ---'' (روتی ہوئی) باغ میں کوئی گھوم رہا ہے ---'' (بوکھلائی ہوئی بالا خانے کے زینے کے پاس کھڑی ہیں اور انگلی اٹھا کر باغ کی طرف اشارہ کر رہی ہیں)

چچا جعفر: (خاموش رہنے کا اشارہ کرتے ہیں) ''ہش ادھر دیکھو ---''
(وہ اپنے سامنے قالین کی طرف اشارہ کرتے ہیں جہاں کوئی بے ہوش پڑا ہے)

(لمحے بھر میں بالا خانے کے زینے طے کر کے پھوپھی زبیدہ سفید ریشم کے پھولدار ڈریسنگ گاؤن میں سر پر ایک فیروزی ریشم کا رومال لیے ہوئے بدحواس نیچے اترتی ہیں۔ شہزادی عائشہ کے مقابلے میں انہیں اپنے حواس پر قابو حاصل ہے)

عائشہ: (انہیں دیکھتے ہی ان کی طرف بڑھتی ہے) ''زبیدہ ---''

زبیدہ: ''یہ گولی چلنے کی آواز کیسی تھی؟ ---'' (چچا جعفر سے مخاطب ہیں) ''جعفر روشنی تو کرو ---''
(چچا جعفر جو بدحواس سے ہیں، بڑھ کر روشنی کا بٹن دبا دیتے ہیں اور کمرہ روشن ہو جاتا ہے۔ اچانک سب کی نظر سامنے قالین پر پڑتی ہے)

پھوپھی زبیدہ: (حیران اور سخت پریشان) ''یہ صوفی ہے ---؟
(گھبرا کر آگے بڑھتی ہیں)

چچا جعفر: ''ارے صوفی ----؟''
(شہزادی عائشہ رومال سے چہرہ چھپا کر صوفے میں دھنس جاتی ہیں۔ پھوپھی زبیدہ قالین پر بیٹھ کر فوراً صوفی کا سر اپنی گود میں رکھ لیتی ہیں اور ہاتھ سے اس کی نبض دیکھتی ہیں)

پھوپھی زبیدہ: (اچانک نظر پڑتی ہے) ''ہائیں' جعفر جعفر۔ یہ کیا۔ اس کے ہاتھ میں تو ٹنکچر آیوڈین کی شیشی ہے --- (جھک کر اس کا منہ سونگھتی ہیں ---)

چچا جعفر: (گھبرا کر آگے کو بڑھتے ہیں) ''آیوڈین --- (متاثر اور غمگین) ''صوفی! میری بیٹی صوفی ---''
(جھک کر صوفی کو آہستہ سے گود میں اٹھا کر صوفے پر لٹا دیتے ہیں۔ پھوپھی زبیدہ صوفے کے پاس کھڑی ہیں۔ شہزادی عائشہ رومال کا سرا ہٹا

Scanned with CamScanner

کر ایک آنکھ سے سب کچھ دیکھ رہی ہیں)

پھوپھی زبیدہ: (ذرا سختی سے) ''تم لوگ اپنے ہوش وحواس کھودیتے ہو۔ آخر تم پولیس اور ڈاکٹر کو ٹیلی فون کیوں نہیں کرتے جعفر؟''

چچا جعفر: ''مہلت ہی نہیں ملی۔ زبیدہ! صوفی نے آیوڈین تو نہیں پی---؟''

زبیدہ: ''لاکھ لاکھ شکر ہے کہ نہیں پی۔ میں نے اس کا منہ سونگھ کر دیکھا ہے میرا خیال ہے وہ گولی کی آواز سن کر بے ہوش ہوگئی۔ میں پولیس اور ڈاکٹر کو خود فون کرتی ہوں۔''

(اٹھ کر کھڑی ہوتی ہے)

چچا جعفر: ''تم صوفی کے پاس بیٹھو۔ میں فون کرتا ہوں''

(چچا جعفر فون کی طرف مڑتے ہیں۔ شہزادی عائشہ سوجی ہوئی آنکھوں کے ساتھ صوفی کے پاس آبیٹھتی اور اس کے ہاتھ سہلانے لگتی ہیں)

عائشہ: ''زبیدہ۔ مجھے پہلے ہی ڈر تھا کہ اس ویرانے میں چور ضرور آئیں گے''

چچا جعفر: (جاتے جاتے)

''پہلے ڈاکٹر کو فون کرتا ہوں پھر پولیس کو۔''

صوفی: (اچانک آنکھیں کھول دیتی ہے اور کمزور آواز میں کہتی ہے)

''چچا---چچا---''

زبیدہ: (انتہائی خوش) ''تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے مولا--- میری بچی صوفی---
(جھک کر اس کی پیشانی چومتی ہیں) ''جعفر! فوراً آجاؤ، صوفی تمہیں بلا رہی ہے۔ ہوش میں آگئی ہے''

چچا جعفر: (ریسیور لیے کھڑے تھے، وہیں ڈال کر قریب آگئے)

''کیا ہوا تھا بیٹی تمہیں؟''

صوفی: ''پولیس کو فون نہ کیجئے چچا---'' (رونے لگتی ہے)

چچا جعفر: ''پولیس کو چھوڑو۔ تم اپنی کہو؟ ہوا کیا تھا تمہیں؟''

(صوفی زاروقطار رونے لگتی ہے۔ پھوپھی زبیدہ اور عائشہ کبھی اس کا سر کبھی ہاتھ سہلا رہی ہیں)

چچا جعفر: ''مجھے بتاؤ کہ ہوا کیا تھا---کسی نے تمہیں مارنے کی کوشش کی تھی؟''

پھوپھی زبیدہ: ''اور یہ ہاتھ میں آیوڈین کی شیشی کیسی تھی بیٹی؟''

عائشہ: (سخت خوف زدہ) ''اور گولی کی آواز---؟''

صوفی: (روتے ہوئے) ''میں ابھی بتاتی ہوں۔ سب کچھ بتاتی ہوں مگر چچا جان آپ پولیس کو فون نہ کیجئے۔''

چچا جعفر: (متعجب۔ سر پکڑ کر کرسی پر بیٹھ جاتے ہیں) ''کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی---'' (کچھ یاد آتا ہے، اچانک اٹھ کھڑے ہوتے ہیں) ''تم لوگوں کو معلوم ہے؟ میرا ریوالور بھی کسی نے غائب کر دیا ہے۔ پولیس کو فون کرنا ہی ہوگا---''

(فون کی طرف جاتے ہیں)

صوفی: (گھبرا کر اٹھ بیٹھتی ہے اور چلا کر منع کرتی ہے) ''چچا۔ چچا جان! خدا کے لیے پولیس کو نہ بلایئے۔'' (چچا مڑ کر دیکھتے ہیں اور حیران ہیں)

زبیدہ: ''ٹھہر جاؤ جعفر۔ ہاں بیٹی بتاؤ۔ بات کیا ہے آخر؟ تم نے گولی کی آواز سنی تھی؟''

عائشہ: ''ہائے کچھ نہ پوچھو زبیدہ---یوں معلوم ہوتا تھا میرے کان کے پاس سے سرسراتی ہوئی نکلی'' --- (کانپنے لگتی ہے)

زبیدہ: ''حواس اپنے قابو میں رکھو عائشہ''

چچا جعفر: ''ٹھیک ٹھیک بتاؤ کہ اس سلسلے میں تم کیا جانتی ہو؟ کس نے تم پر گولی چلائی تھی؟''

صوفی: ''مجھ پر تو کسی نے گولی نہیں چلائی تھی چچا جان--- بلکہ بلکہ---''
(سسکیاں لیتی ہے)

چچا جعفر: (ذرا تیزی سے)''صاف صاف بتاؤ''

صوفی: ''گولی ریحانی نے اپنے آپ پر چلائی---''

زبیدہ: ''ہائے ہائے!'' (چچا گھبرا کے اٹھ کھڑے ہوئے۔ پھوپھی زبیدہ حواس باختہ باغ کے دریچے کی طرف دوڑیں۔شہزادی عائشہ روتے روتے صوفے پر گر پڑیں)

پھوپھی زبیدہ: ''ہائے میرا بچہ---''

چچا جعفر: ''زندہ تو ہے ریحانی کیا؟''

صوفی: ''زندہ ہے''

پھوپھی زبیدہ: (دعائیہ انداز میں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتی ہیں)
''خداوندا تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے---''

چچا جعفر: (مکدر اور غصے کو پینے کی کوشش کرتے ہوئے رومال سے پیشانی پونچھتے اور بیٹھ جاتے ہیں)''حد ہوگئی۔سخت پریشان کیا ہے اس لڑکے نے۔آخر اس نے یہ حرکت کی کیوں---تم بتا سکتی ہو صوفی اس کے متعلق؟''
(صوفی خوف زدہ ہو کر چچا کو دیکھتی اور رونے لگتی ہے۔پھوپھی زبیدہ صوفی کے پہلو میں آ بیٹھتی اور اس کی پشت پر اپنا ہاتھ رکھتی ہیں)

پھوپھی زبیدہ: ''صوفی بیٹی! ساری باتیں کھل کر بیان کرو''

صوفی: (پھوپھی کی شفقت اور لہجے سے ذرا مطمئن ہو جاتی ہے۔پھر چچا کی طرف

دیکھتی ہے)''چچا جان آپ ریحانی کو معاف کر دیجئے---''
(چچا کچھ جواب نہیں دیتے۔خاموش اور مکدر بیٹھے ہوئے ہیں)

پھوپھی زبیدہ: ''گھبراؤ نہیں بیٹی۔ہمیں اصلیت سے آگاہ تو کرو کہ بات کیا ہے اور کیا تھی---''

عائشہ: (صوفے پر سر پیچھے کو کئے نیم دراز ہیں)
''توبہ،میرے تو حواس ہی قائم نہیں ہیں۔''

صوفی: ''اس سے پہلے بھی---(ایک سسکی لیتی ہے) ریحانی نے کئی دفعہ اسی قسم کے بڑے منحوس ارادے کئے تھے---''

چچا جعفر: (ذرا بلند آواز)''اور ان منحوس ارادوں کا مقصد کیا تھا؟''

صوفی: (سلسلۂ کلام جاری)''مگر آج شام---جب ریحانی نے آپ کا یہ قطعی فیصلہ سن لیا کہ نواب مرجان کا رشتہ منظور کر لیا جائے گا تو وہ اس صدمے کی تاب نہ لا سکے---اور اپنے آپ کو گولی مار کر ہلاک کرنے پر آمادہ ہو گئے اور میں آ یوڈین---''

چچا جعفر: (چہرے پر سخت ناگواری کی علامات۔تیزی سے کرسی سے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔آواز بلند ہے۔)''اور یہ خطرناک ارتکاب وہ میرے پستول سے کرنا چاہتا تھا---؟'' (غصے سے)''احمق، نامعقول---'' (تیزی سے مڑ کر کمرے کے دوسرے سرے پر چلے جاتے ہیں)

پھوپھی زبیدہ: (چچا کے جوش اور تیزی کو دیکھتے ہوئے)''خدا کے لیے ذرا تحمل سے کام لو جعفر! یہی بڑے شکر کا مقام ہے کہ وہ اس حماقت سے بچ گیا۔''
(چچا دیوار کی طرف منہ کئے خاموش کھڑے ہیں۔پھوپھی زبیدہ بے حد متاثر اور غمگین ایک ہاتھ صوفی پر اور دوسرے ہاتھ سے رومال سے اپنی

Scanned with CamScanner

آنکھیں خشک کر رہی ہیں۔ شہزادی عائشہ بہ دقت اپنی جگہ سے اٹھتی اور پھوپھی زبیدہ اور صوفی کے قریب آ بیٹھتی ہیں۔ سخت حواس باختہ ہیں)

عائشہ: ''شکر ہے کہ جانیں بچ گئیں --- مگر جو کچھ آج میں نے دیکھا ہے میرا خیال تھا کہ میں انتقال کر جاؤں گی۔''

زبیدہ: ''شکر ہے کہ تم بھی بچ گئیں عائشہ ---'' (ادھر ادھر دیکھتی ہے) ''ہے ہے کوئی میرے ریحانی کو اندر بلائے --- میرا دل بیٹھا جاتا ہے۔ وہ ہے کہاں اس وقت؟''

صوفی: (کمزور آواز میں) ''باغ میں ---''

زبیدہ: (رومال سے آنکھیں خشک کرتے ہوئے اٹھتی اور دریچے میں جاتی ہیں) ''ریحانی بیٹے!'' (باغ کے دریچے سے ادھر ادھر دیکھتی ہیں پھر جواب نہ پا کر گھبرا کر چچا کو مخاطب کرتی ہیں) ''جعفر! ریحانی کہاں ہے ---؟ میرا خیال ہے تم جا کر اسے بلا لاؤ ---''

(چچا جعفر پشت کئے کھڑے ہیں۔ ذرا سا سر زبیدہ کی طرف کر کے بھاری آواز میں بولتے ہیں)

چچا جعفر: (آواز میں حقارت و دبا ہوا غصہ ہے) ''ہوں --- میں!''

صوفی: ''چچا جان۔ وہ آپ کے سامنے یہاں آتے ہوئے ڈرتے ہیں۔''

چچا جعفر: (پھر اسی انداز سے پشت کئے کھڑے ہیں) ''درست''

زبیدہ: (چچا کے قریب آتی ہیں) ''ایک دفعہ اسے اندر تو آ جانے دو تا کہ اسے میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں۔''

چچا جعفر: ''میں نے اسے روک رکھا ہے؟''

زبیدہ: ''چاہے بعد میں تم اسے ڈانٹو ڈپٹو۔ اس وقت بلا لو جعفر ---''

چچا جعفر: (لمحہ بھر کھڑے رہتے ہیں پھر باغ کے دریچے میں جا کر چنگھاڑتے ہیں) ''ریحانی''

ریحانی: (دور باغ کی روشوں پر سے آواز آتی ہے) ''جی؟''

زبیدہ: ''شکر ہے اس کی آواز تو سنائی دی ---''

شہزادی عائشہ: (دریچے میں جا کر آواز دیتی ہیں) ''اندر آ جاؤ بیٹے۔ ہم سب تمہارے منتظر ہیں۔''

(لمحہ بھر بعد ریحانی نہایت خوفزدہ بال الجھے ہوئے، چہرہ پریشان، باغ کے دریچے میں چڑھ آتا ہے۔ پہلے کی سی تیزی اب نہیں ہے۔ دریچے میں بیٹھ کر پہلے ایک پاؤں نیچے کمرے میں رکھتا ہے پھر احتیاط سے دوسرا رکھتا ہے)

چچا جعفر: ''ہوں --- پھر دریچے سے!''

زبیدہ: ''دریچہ ہو یا دروازہ --- اُسے آنے تو دو اندر ---''

(ریحانی اندر آتا ہے۔ چچا کے آگے نظریں نیچی کئے مجرموں کی طرح کھڑا ہو جاتا ہے)

شہزادی عائشہ: ''میں بھی اس موقع پر ریحانی کی سفارش کرتی ہوں جعفر بھیا۔ ایک دفعہ اسے ضرور موقع دینا چاہیے۔''

چچا جعفر: (مڑتے ہیں دوسری طرف جاتے ہوئے) ''ساری زندگی انہیں موقعوں میں کٹ گئی ہے عائشہ --- آخری موقع۔ آخری موقع ---''

ریحانی: اگر اس دفعہ میں آپ لوگوں کے معیار پر درست نہ اترا تو چچا جان قبلہ جو چور کی سزا وہ میری ---''

شہزادی عائشہ: (چیخ نما آواز) ''اف بیٹے -- چور کا نام نہ لو۔ میرا دم نکلتا ہے چور سے۔''

Scanned with CamScanner

زبیدہ: ''میرا خیال ہے جعفر---صرف ایک موقع اور ریحانی کو دیا جائے-ایک دفعہ کوئی ایسا کام اس کے سپرد کر کے اسے آزماؤ جس سے اس کے احساسِ ذمہ داری کا امتحان ہو جائے۔''

صوفی: (سر اٹھا کر خوشی سے) ''ٹھیک فرمایا پھوپھی اماں پیاری آپ نے۔''

(چچا جعفر واپس آ کر کرسی پر خاموشی سے بیٹھ جاتے ہیں۔ دونوں ہاتھ گالوں پر رکھے زمین دیکھ رہے ہیں)

چچا جعفر: (لمحہ بھر بعد) ''دنیا میں بھتیجے چچاؤں کا نام روشن کرتے ہیں---اور آپ نے کیا کیا--؟ خودکشی کی ٹھانی---اور وہ بھی میرے پستول سے تو اس کا انجام کیا ہوا؟

ریحانی: (فوراً جواب دیتا ہے) ''انجام چچا جان؟---نشانہ خالی گیا-''

چچا جعفر: ''آپ کا نشانہ کبھی خالی بھی گیا ہے؟''

(صوفی رونے لگتی ہے)

زبیدہ: ''شکر کرو کہ جعفر نشانہ خالی گیا۔ ورنہ کیا ہوتا؟ اُف----''

عائشہ: ''اف----''

زبیدہ: ''ریحانی اپنے چچا سے معافی مانگو اور وعدہ کرو کہ آئندہ کبھی بچپنے کا ایسا مظاہرہ نہیں کرو گے۔''

ریحانی: ''میں معافی چاہتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں---بشرطیکہ---''

جعفر: ''جی؟ کیا فرمایا؟ بشرطیکہ---؟''

ریحانی: ''میں آپ سے معافی چاہتا ہوں چچا جعفر۔ مگر یہ صدمہ اور یہ ذلت میرے لیے ناقابلِ برداشت تھی۔''

زبیدہ: ''لاکھ لاکھ شکر کہ تم زندہ ہو۔''

چچا جعفر: (دونوں ہاتھ پیچھے کیے سروقد کھڑے ریحانی کو دیکھ رہے ہیں)

''اور اس صدمے اور ذلت سے بچنے کی یہ ترکیب آپ کی سمجھ میں آئی کہ سارے خاندان کے وقار اور عزت کو خاک میں ملاتے رہ گئے؟ تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری اس حرکت کے کس قدر شرم ناک اور تکلیف دہ نتائج نکل سکتے ہیں؟---گھر میں سوگ ہوتا اور کل صبح یہ ساری تفصیل اخبار میں چھپ کر جعفر خاندان کے وقار اور آبرو کو پل بھر میں خاک میں ملا دیتی-''

زبیدہ: (متانت سے) ''ریحانی! تمہارے چچا بالکل درست کہہ رہے ہیں-مزید برآں اب تم اکیس سال کے ہو گئے ہو اب تمہیں سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا چاہیے۔'' (صوفی سر ڈھانکے اور سر جھکائے صوفے پر خاموش بیٹھی ہے کبھی کبھی رومال سے آنکھیں پونچھتی ہے)

چچا جعفر: ''میں پوچھتا ہوں اس صدمے اور ذلت سے محفوظ رہنے کی کوئی اور تدبیر تمہارے ذہن میں نہ آئی؟''

ریحانی: (مجرموں کی طرح کھڑا ہے مؤدبانہ آہستہ لہجہ میں) ''اور کون سی تدبیر مجھے اس صدمے اور ذلت سے بچا سکتی تھی چچا جان؟''

چچا جعفر: (حقارت اور غصہ) ''ہوں---6 ستمبر کی پاک بھارت جنگ میں تمہاری ہی قوم کے تم سے کم عمر لڑکوں نے اپنے ملک کو بچانے کے لیے اپنی جانیں قربان کر دیں۔ تم سے کم عمر غازیوں نے دشمن پر غلبہ پانے کے لیے وہ وہ تدبیریں سوچیں کہ خود دشمن عش عش کر اٹھا---''

ریحانی: ''اور چچا جان محمد بن قاسم نے تو صرف سترہ سال کی عمر میں---''

چچا جعفر: (غصے سے چیخ کر) ''اس کا ذکر کرتے ہوئے شرم نہیں آتی تمہیں؟ تم اپنی

Scanned with CamScanner

حالت پر غور کرو۔ تم میں عقل ہوتی تو سب سے پہلے تم یہ کوشش کرتے کہ اپنے کردار سے اپنے بزرگوں کو متاثر کرو اور ثابت کر دکھاؤ کہ تم صوفی کے مستحق اور ازدواجی ذمہ داریوں کے اہل ہو سکتے ہو۔ مگر تم ---''

زبیدہ: ''ریحانی! تمہارے چچا کا کہنا بالکل ٹھیک ہے۔ تم نے اکثر اپنی حماقتوں سے ہمیں مایوس اور رنجیدہ کیا ہے۔''

ریحانی: ''میں آپ سب سے معافی چاہتا ہوں۔ خدا کے لیے مجھے ایک اور آخری موقع دیجیے پھوپھی جان۔ اور مجھے آزما کر دیکھیے چچا جعفر! پھر اپنا فیصلہ کیجیے۔''

(صوفی روتی ہوئی صوفے پر گر پڑتی ہے)

ریحانی: ''آپ مجھے ایک موقع اور دیں چچا جان۔ میں التجا کرتا ہوں۔ آپ ایک موقع مجھے ضرور مرحمت فرمائیں۔''

عائشہ: ''ایک دفعہ کوئی ذمہ داری کا کام اس کے سپرد کر کے آزمائیے بھیا---''

جعفر: ''اور وہ ذمہ داری کا کام کیا ہو؟''

(صوفی خاموش بیٹھی ہے نظر اٹھا کر چچا کو دیکھتی ہے)

صوفی: ''میں بتاؤں چچا جعفر؟''

چچا جعفر: ''آپ بتائیں گی؟''

صوفی: ''اگر آپ اجازت دیں تو---''

پھوپھی زبیدہ: ''ہاں ہاں اس میں مضائقہ کیا ہے۔ بتاؤ کیا کام ریحانی کے سپرد کیا جائے؟''

صوفی: (چچا کو خوف زدہ نظروں سے دیکھتے ہوئے) ''چچا جان۔ پھوپھی زبیدہ ہم تینوں کے امتحانات کی کامیابی کے سلسلے میں ضیافت کرنا چاہتی تھیں۔ اس

ضیافت کا پورا انتظام آپ ریحانی کے سپرد کر کے یہ دیکھ لیجیے کہ وہ ذمہ داری کے اہل ہیں یا نہیں---''

عائشہ: (ہنس پڑتی ہے) ''ان نوجوانوں کی سوچ بھی کیا سوچ ہوتی ہے۔ کیوں زبیدہ؟ خوب سوچا صوفی بیٹی نے؟''

زبیدہ: ''بشرطیکہ جعفر اس پر رضامند ہوں۔''

چچا جعفر: ''ٹھیک طرح سے ایک خط لکھنا تو نکھٹو صاحبزادے کو آتا نہیں۔ یہ ضیافت کا انتظام فرمائیں گے، ہوں۔''

ریحانی: ''مجھے ایک دفعہ آزما کر تو دیکھیے چچا جان پیارے! ابتدا سے لے کر انتہا تک میں خود کام کروں گا۔''

پھوپھی زبیدہ: ''تو پھر کل ہی سے اس کام میں جت جاؤ۔ کل شام تو مجھے شہر واپس جانا ہے۔ انشاء اللہ تمہاری ضیافت کے دن لوٹ آؤں گی۔ پھر دیکھوں گی کہ تم نے کیسا انتظام و اہتمام کر رکھا ہے۔ ہاں جعفر! تم کہہ رہے تھے کہ آج شام تمہیں بھی اپنی جاگیر پر جانا ہے؟''

چچا جعفر: ''چلا جاؤں گا۔''

زبیدہ: ''تو بیٹے! میرا خیال ہے ہماری عدم موجودگی میں تم میں خود اعتمادی زیادہ پیدا ہوگی۔''

ریحانی: ''جی بہت زیادہ پھوپھی اماں پیاری---''

زبیدہ: ''کیوں جعفر؟ تمہیں منظور ہے نا؟ ایک دفعہ ریحانی کو اور آزما لیا جائے؟''

چچا جعفر: (اٹھ کھڑے ہوتے ہیں) ''آزما دیکھو---''

(چپکے سے کمرے سے باہر نکل جاتے ہیں)

زبیدہ: (چچا کے جانے کے بعد سگریٹ سلگاتے ہوئے)

Scanned with CamScanner

"توبہ توبہ۔ عائشہ اس قسم کے خوفناک واقعات انسانی جلد کے لیے سخت مضر ہوتے ہیں۔ سکڑ جاتی ہے۔"

عائشہ: (توبہ کرتے ہوئے گالوں کو سہلاتی ہے)

"ایک جلد پر کیا منحصر ہے زبیدہ --- میری تو روح سکڑ کر رہ گئی ہے۔"

زبیدہ: "تو آؤ کچھ دیر آرام کرلیں۔ صبح ہونے والی ہے---"

(دونوں ایک دوسرے کا سہارا لیے ہوئے باہر نکل جاتی ہیں۔ ان کے جاتے ہی صوفی تیزی سے اٹھ کھڑی ہوتی ہے)

ریحانی: (صوفی کو آنکھ مار کر فخر سے)

"کیوں کیسی تدبیر سوچی؟ مان گئیں نا؟"

صوفی: (کھلکھلا کر ہنس پڑتی ہے) "واقعی تمہاری ذہانت کا لوہا مان لیا۔"

(دروازہ کھلتا اور روحی مسکراتی ہوئی اندر جھانکتی ہے)

روحی: (ہنستے ہوئے) "ارے تم تو واقعی افلاطون نکلے ریحانی۔ میں تمہیں بڑا احمق سمجھتی تھی۔ ساری کارروائی میں باغ میں درخت کی ایک ٹہنی پر بیٹھی دیکھتی رہی---"

(تینوں ہنستے ہیں)

☆O☆O☆ پردہ ☆O☆O☆

پانچواں ایکٹ

سین

(پارک کی چمکیلی دوپہر۔ وہی ڈرائنگ روم۔ باغ کا دریچہ کھلا ہوا ہے۔ نیلا آسمان اور گلابی پھولوں سے لدی ہوئی ٹہنیاں نظر آرہی ہیں۔ کوئل زور زور سے کوک رہی ہے۔ پردہ اٹھتا ہے تو دائیں بائیں ہاتھ کے دروازوں کے پاس دو سیڑھیاں دیوار سے لگی ہوئی نظر آتی ہیں۔ ایک طرف ایک میز پر ایک چھوٹی تپائی رکھی ہے تاکہ اس پر چڑھ کر چھت کی آرائش ہو سکے۔ دیواروں اور دریچے کے اوپر والی دیوار پر کہیں کہیں رنگین کاغذ کی زنجیریں لگی ہوئی ہیں اور کہیں رنگین غبارے آویزاں ہیں مگر تیاری ابھی نامکمل ہے۔ ایک سیڑھی پر چھت کے قریب ریحانی چڑھا ہوا ہے۔ چھوٹی سی سفید نیکر اور چست سیاہ ٹی شرٹ پہن رکھی ہے۔ وہ اس وقت ایک کیل بڑے زور زور سے دیوار میں ٹھونک رہا اور ساتھ ہی سر ہلا ہلا کر گا رہا ہے۔ سامنے صوفے سے ٹیک لگائے قالین پر نازی بیٹھی مونگ پھلیاں کھا رہی ہے۔ اس کے آگے مونگ پھلیوں کی بہت بڑی پڑیا رکھی ہے۔ چست شلوار اور گھیر دار فراک۔ دو چوٹیاں آگے کو پڑی ہوئی ہیں)

نازی: (مونگ پھلی کھاتے کھاتے بُرا سا منہ بناتی ہے) "تھو تھو۔ بعض مونگ پھلیاں ایسی ہوتی ہیں چھیلو تو ان میں سے کڑوی مٹی نکلتی ہے---"

(منہ بناتی ہے)

ریحانی: (چھت کے قریب سیڑھی پر بیٹھے بڑے زور سے کیل ٹھونک رہا اور گا رہا ہے)

Scanned with CamScanner

"محبت کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا

ارے---محبت کرے انسان---"

(گاتے میں ہاتھ سے اشارہ کرتا ہے تو ہتھوڑی بڑے زور سے نیچے آ پڑتی ہے۔ نازی گھبرا کر کھڑی ہو جاتی ہے اور مونگ پھلیاں قالین پر بکھر جاتی ہیں)

نازی: (سر پر ہاتھ رکھ کر سہلا رہی ہے)

"توبہ بھیا میرا سر پھٹتے پھٹتے بچ گیا۔ آخر وہاں بیٹھے کر کیا رہے ہیں؟"

ریحانی: "دیکھتی نہیں؟ صبح سے کام کرتے کرتے مرا جا رہا ہوں۔ ساری پارٹی کا انتظام اس دفعہ مجھے کرنا ہے۔ سانس لینے کی تو فرصت نہیں ہے۔ پوچھتی ہو کیا کر رہا ہوں۔ تم بیٹھی کیا کر رہی ہو؟"

نازی: (غصے سے) "مونگ پھلیاں کھا رہی ہوں اور کیا کر رہی ہوں۔ نظر نہیں آتا آپ کو؟"

ریحانی: "ہتھوڑی کے ساتھ مونگ پھلیاں بھی پکڑا دینا---"

(ہاتھ نیچے کی طرف کرتا ہے)

نازی: "ہتھوڑی خود آ کر لے جایئے۔ ہوں--- مانگ رہے ہیں مونگ پھلیاں جبھی تو آپا صوفی اور آپا روحی نے آپ کا نام کام چور نوالہ حاضر رکھا ہے۔"

(ہتھوڑی غصے سے ریحانی کو پکڑا کر خود پہلے کی طرح اطمینان سے بیٹھ کر مونگ پھلیاں کھانے لگتی ہے)

ریحانی: (کچھ سوچ کر غصے سے) "اچھا؟ یہ نام رکھا ہے میرا ان لڑکیوں نے؟ تو پہلے ہی کیوں نہ بتایا تم نے مجھے؟"

نازی: (منہ میں مونگ پھلی ڈالتے اور ہنستے ہوئے)

"ہی ہی ہی۔ پہلے بتاتی تو کیا کر لیتے؟"

ریحانی: "کیا کر لیتا؟---بس---" (ادھر ادھر ہاتھ ہلاتا ہے جیسے سمجھ میں نہ آ رہا ہو کہ کیا کر لیتا۔ ہتھوڑی دوبارہ گر پڑتی ہے نازی خود کو بچا کر بھاگتی ہے)

ریحانی: "تم دیکھتیں کہ میں کیا کر لیتا--- چھٹی کا دودھ یاد آ جاتا ان صاحبزادیوں کو---تمام وقت بے کار بیٹھی اپنی سہیلیوں کو فون کیا کرتی ہیں یا ہا ہا ہو ہو کرتی رہتی ہیں۔ سارا کام میں کروں اور وہ مزے لوٹیں۔ وہی مثل ہوئی کہ انڈے سیویں بی فاختہ اور کوے بچے کھائیں---اب میں تو کسی کام کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔ اب کل کی ضیافت کا انتظام روحی اور صوفی سنبھالیں---"

نازی: "مگر میں نے تو سنا ہے کہ اس دفعہ اس ضیافت کا سارا اہتمام آپ کو کرنا ہے۔"

ریحانی: "ہاں ہاں مگر جو مشکل ترین کام تھا وہ میں کر چکا۔ کسی بھی دعوت میں اہم ترین چیز دعوت نامے ہوتے ہیں اور وہ میں نے ایسے بے مثال چھپوائے ہیں کہ تم سب کی آنکھیں کھل جائیں گی---تھک کر چور چور ہو گیا ہوں۔ بھاگ کر جا---ذرا چربی پگھلے گی تیری۔ فریج میں سے میرے لیے فرنی کا ایک پیالہ مع لڈو کے لے آنا۔ صبح سے لٹو کی طرح گھوم رہا ہوں۔"

نازی: "کون سے ڈنڈ پیلے آپ نے---صرف دعوت نامے ہی تو چھپوائے اس پر تھکان اور بھوک سے بے حال ہو رہے ہیں---ٹھیک کہا تھا آپا صوفی اور آپا روحی نے---"

Scanned with CamScanner

(صوفی اور روحی کے ہنسنے بولنے کی آوازیں قریب سے آنے لگتی ہیں)

نازی: (آوازیں سن کر) ''بھیا' بھیا ریحانی---وہ آ رہی ہیں---میرا نام نہ لینا کہ میں نے کچھ کہا---''

(ریحانی جلدی سے سیڑھی پر چڑھ کر چھت سے لگ کر بیٹھ جاتا ہے۔ نازی پھر اپنی جگہ پر بیٹھی مونگ پھلیاں کھا رہی ہے)

(صوفی ناخنوں پر پالش کرنے کا برش اور پالش ہاتھ میں لیے اندر داخل ہوتی ہے۔ ہلکے آسمانی رنگ کا چست لباس ہے، اس کے پیچھے روحی ہلکے کاسنی رنگ کے لباس میں ہاتھ میں پھولوں کی ٹوکری، چھوٹی چھوٹی ٹہنیاں اور پتے کاٹنے کی قینچی لیے داخل ہوتی ہے)

روحی: (ادھر ادھر کمرے کو دیکھتی ہے) ''خاک سجاؤں میں پھول، یہ کمرہ اب تک اسی حالت میں پڑا ہے۔ آخر ریحانی صبح سے کر کیا رہے تھے؟''

صوفی: ''واقعی چچا جعفر نے ریحانی پر بڑا ظلم کیا ہے۔ ساری دعوت کا انتظام وہ بھلا اکیلا کیونکر کرے، اب نجانے وہ کس کس انتظام میں کہاں کہاں پھر رہا ہو گا؟''

(ناخنوں پر برش کرنے لگتی ہے)

روحی: (ٹوکری اور پتے وغیرہ میز پر رکھ کر) ''پھر رہے ہوں گے کہیں بے کار مارے مارے یا دوستوں میں بیٹھے شیخیاں بگھار رہے ہوں گے کہ میں نے یہ کر دیا میں نے وہ کر دیا---حالانکہ اس دعوت کی کامیابی ہی پر تم دونوں کی محبت کی کامیابی منحصر ہے۔ چچا نے صاف کہہ دیا تھا---''

نازی: ''پھر آپ دونوں کی شادی ہو جائے گی آپا صوفی؟''

صوفی: (فخریہ)

''ہاں ہاں کیوں نہ ہو گی---اس دعوت کا انتظام ہی تو شرط ہے۔''

روحی: (گلدان ہاتھ میں پکڑے صوفی کی طرف پلٹ پلٹ کر دیکھتی اور کھلکھلا کر ہنس پڑتی ہے) ''ہی ہی ہی---صوفی پیاری! تمہیں معلوم ہے گذشتہ ہفتے ان حضرات نے اپنے ایک دوست سے کیا گپ چھوڑی؟''

صوفی: (ذرا پریشان) ''کیا؟''

روحی: (اب ہنس رہی ہے) ''ہی ہی ہی---فرمایا---کہ اس سال کُل پاکستان سائنس کانفرنس نے مجھے اپنا صدر منتخب کیا تھا۔ مگر میں نے معذرت چاہ لی کہ کون جائے اتنی دور صدارت کے لیے---''

(روحی قہقہہ لگاتی ہے)

صوفی: (ہنسی کو ذرا ضبط کرتے ہوئے مسکراتی ہے) ''تو روحی۔ آخر انہوں نے بی۔ایس۔سی پاس کیا ہے۔ کیا معلوم سچ ہی ہو---''

(پالش کی شیشی کھولنے لگتی ہے)

نازی: ''آپ کو بڑی جلدی یقین آ جاتا ہے بھیا ریحانی کی باتوں کا۔''

صوفی: (ناخنوں پر پالش کرتی ہوئی) ''کیوں نہ آئے یقین؟'' (کچھ دیر بعد روحی سے) ''پھر بیچارے کی قلعی کیسے کھلی دوست پر؟''

روحی: (پھولوں کی قینچی لے کر صوفی کے پہلو میں جا بیٹھتی ہے)

''ہوا یہ کہ ان کے دوست نے فون کر کے پوچھا کہ ریحانی صاحب صدارت کے لیے کب تشریف لے جا رہے ہیں؟---اسی پر تو مجھے ساری بات معلوم ہوئی۔ ہی ہی ہی---''

نازی: (دلچسپی لیتے ہوئے)

''عجیب ہوتی ہیں ہمارے بھائی جان کی شیخیاں بھی''

Scanned with CamScanner

روحی: ''توبہ ہزار دفعہ پکڑے گئے پھر بھی:
پھر وہی رفتار بے ڈھنگی جو پہلے تھی سو اَب بھی ہے۔''

نازی: ''بلکہ آپا روحی۔عمر بھر رہے گی۔''

صوفی: (ذرا متاثر اور سوچتے ہوئے) ''میرا بیچارہ ریحانی---اب خدا کرے کہ ضیافت کے انتظام کے امتحان میں پورے اتریں۔ورنہ چچا جعفر----''

روحی: (قینچی لے کر اٹھتے اور تپائی کی طرف جاتے ہوئے) ''مگر صبح سے یہ کل پاکستان سائنس کانفرنس کے صدر صاحب غائب کہاں ہیں؟''

نازی: ''گئے ہوں گے اسلام آباد---صدارت فرمانے کے لیے----ہی ہی ہی---''

صوفی: ''ارے ریحانی---'' (چھت پر ریحانی پر نظر پڑتی ہے)

روحی: ''میں تو سمجھتی تھی جناب اسلام آباد تشریف لے گئے ہیں---''

(ریحانی اوپر بیٹھا ہے۔غصہ اور شرمندگی کے ملے جلے اثرات کی وجہ سے چہرے پر ہوائیاں اتر رہی ہیں)

ریحانی: (روحی پر برس پڑتا ہے)
''تمہیں کیا ضرورت تھی روحی میرے دوست کو فون کرتیں؟''

روحی: ''ہی ہی--- جناب کے دوست نے فون کر کے پوچھا تھا کہ آپ صدارت فرمانے کے لیے اسلام آباد کس ہوائی جہاز سے تشریف کی ٹوکری لے جا رہے ہیں؟''

نازی: (ہنستی ہے) ''ٹوکرا آپا روحی---''

روحی: (چھت کی طرف دیکھتی ہے) ''وہاں بندر کی طرح کہاں چڑھ بیٹھے۔کر کیا رہے ہو؟''

(ریحانی تیزی سے نیچے اتر تا پیشانی سے پسینہ پونچھتا ہے)

ریحانی: (بڑے غصے سے) ''تم سب نے آخر مجھے سمجھ کیا رکھا ہے؟''

روحی: (بے پروائی سے ہنستے ہوئے) ''وہی جو تم ہو---''

صوفی: ''مگر ریحانی پیارے! اب اس دعوت کی کامیابی پر ہماری قسمت کا فیصلہ ہے۔''

ریحانی: (صوفی کے کندھے پر پیار سے ہاتھ رکھتا ہے)
''تم اطمینان رکھو میری جان جو سب سے بنیادی کام تھا وہ میں کر چکا ہوں۔''

روحی: (ہنستی ہے پھولوں کو سجاتے) ''بنیادی کام کیا ہوتا ہے؟''

ریحانی: (روحی پر چیخ پڑتا ہے) ''دعوت نامے چھپوانا--- بیٹھ کر سینڈوچ بنالینا یا (ہاتھ سے چمچہ ہلانے کا اشارہ کرتا ہے) یا گاجر کے حلوے میں چمچہ چلانا کوئی کمال ہیں---''

روحی: ''تمہاری معرفت جو دعوت نامے گئے ہیں۔وہی سب کو بروقت مل جائیں تو بڑی بات ہے۔باقی سارے انتظام تو میں اور صوفی ہی کر لیں گی۔''

نازی: (بیٹھے بیٹھے ہنس پڑتی ہے) ''ہی ہی---دعوت کیا ہوئی مصیبت ہوگئی۔''

صوفی: ''واقعی دعوت نامے چھپوانا کوئی آسان کام تو نہیں---''

ریحانی: (صوفی کے کہنے پر جوش میں آجاتا ہے) ''اور پھر ایسے دعوت نامے، چچا جعفر بھی کیا یاد کریں گے کہ ایک بھتیجا رکھتے تھے---دعوت نامہ، دنیا کا بہترین دعوت نامہ ہے۔عبارت مختصر۔چھپائی نگینے،کارڈ کا سائز---ہاہا---جیسے کھلا ہوا کنول۔سونے پر سہاگہ میں نے کیا کیا کہ حاشیے پر ایک سنہری لکیر بھی کھنچوادی---''

Scanned with CamScanner

روحی: (ہاتھ میں پتوں کی قینچی پکڑ رکھی ہے کام بند کر کے) ''ہوں ہوں ہوں ہوں---سنہری لکیر؟ چھی-گھٹیا سی بات۔''

صوفی: (پالش کی شیشی میں برش چھوڑتے ہوئے) ''مجھے خود سادہ کارڈ ہی پسند ہیں۔ان میں ایک قسم کا وقار ہوتا ہے۔''

ریحانی: (بے حد گرم ہو کر)

''سب تم جیسے زاہدِ خشک اور کوڑھ مغز نہیں ہوتے۔''

نازی: (ہنستی ہے) ''ہی ہی ہی--کوڑھ مغز۔آپا صوفی۔ریحانی بھیا کہتے ہیں آپ کوڑھ مغز ہیں۔ہی ہی ہی۔''

صوفی: (چڑ کر) ''اب تمہارے دہرانے کی کیا ضرورت ہے یہ نامہذب لفظ؟ چپ رہو۔''

ریحانی: ''کب سے بک رہا ہوں کہ تھک کر چور ہو گیا ہوں۔(چیخ کر آگے بڑھ کر ڈراتا ہے) جا کر لاتی بھی ہے لڈو اور فرنی کا پیالہ---یا نہیں؟'' (کشن اٹھا کر اس کی طرف لپکتا ہے)

روحی: (دوسری میز کے پاس پھولوں کو گلدان میں لگا رہی ہے۔ریحانی کی بات سن کر کہتی ہے) ''ہی ہی---تھک کر چور ہونے کی کوئی وجہ ہے بھی---''

(نازی اچانک ڈر کر کھڑی ہو جاتی ہے اور مونگ پھلیاں قالین پر گر پڑتی ہیں)

نازی: (روٹھنے اور رونے کی آواز میں ایک ہاتھ سے ایک آنکھ ملتی ہوئی)

''اوں۔اوں۔میری ساری مونگ پھلیاں گرا دیں۔'' (بھاگ جاتی ہے)

روحی: (چیختی ہے) ''ارے ارے فرش تو صاف کرتی جاؤ---ہر طرف مونگ پھلیاں بکھیر دیں۔''

ریحانی: (جھک کر دو چار چُن لیتا ہے اور انہیں چھیل کر کھاتے ہوئے اپنا جملہ مکمل کرتا ہے) ''ہاں تو---میں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا (چھیل کر مونگ پھلی کھاتے ہوئے) ان دعوت ناموں میں جدت یہ کی---(جھک کر مونگ پھلیاں اٹھاتا ہے) کہ بائیں کونے پر باریک حروف میں ''ضرور ضرور تشریف لائیے'' لکھ دیا۔(فخر سے ہنستا ہے) ہی ہی ہی---بتاؤ تم دونوں کو سوجھے ایسے نسخے؟''

(مونگ پھلی جلد جلد کھاتا ہے)

روحی: (پھولوں کو ہاتھ میں لے کر ایک سے دوسری میز پر جاتے جاتے رک کر) ''کس قدر گھٹیا بات ہے ریحانی۔ارے تمہیں اتنا خیال نہیں آیا کہ اس طرح اپنی دعوت پر کسی کو اصرار کر کے اور ہاتھ (اشارہ کرتی ہوئی) اس طرح جوڑ جوڑ کے بلانا---کہ حضور ضرور ضرور تشریف لائیے۔اپنی کمتری کو مشتہر کرنا ہے۔''

(تیزی سے میز کے پاس پہنچتی اور قینچی سے پتے کاٹنے لگتی ہے)

(نازی ایک ہاتھ میں فرنی کا پیالہ اور دوسرے میں شربت کا گلاس لیے اندر داخل ہوتی ہے)

نازی: (روٹھے ہوئے ناراض انداز میں)

''یہ لیجیے شربت کا گلاس اور فرنی کا پیالہ''

ریحانی: (خوش ہو کر) ''واہ--واہ--(گھبرا کر) ارے اور لڈو نہیں لائیں؟''

نازی: (جل کر) ''وہ رکھا تو ہے لڈو---فرنی کے پیالے پر---لیجیے ٹھونسیے۔''

(دونوں چیزیں ریحانی کی ناک کو لگاتی ہے)

Scanned with CamScanner

صوفی: ''ہائیں ہائیں زبان سنبھال کر نازی--- یہ لڑکی تو گئی ہاتھ سے۔''

ریحانی: (چیخ کر) ''رکھ دو ساری چیزیں میز پر--- ٹھونسئے کیا۔ نوش فرمائیے کہو، اور نازی۔ چمچے تو تم لے کر ہی نہیں آئیں۔ اپنی انگلی سے کھاؤں گا یہ فرنی۔؟''

(بے چینی سے ایک انگلی فیرنی میں مارتا اور چکھتا ہے)

(صوفی سامنے کی تپائی پر اپنا ایک پاؤں رکھے ناخنوں کو مینی کیور کر رہی ہے)

صوفی: (اچانک گھبرا کر) ''ارے روحی۔ کل کے لیے کرائے کے گل دانوں کے لیے ٹیلی فون کر دیا تھا تم نے؟''

روحی: ''خاک کرتی۔ مجتبائی پھوپھی کی کنجوسی دن بدن بڑھتی جاتی ہے۔ کہتی ہیں میزوں پر کرائے کے گلدان رکھنا فضول خرچی ہے۔''

ریحانی: ''ارے واہ----'' (فیرنی کھاتا ہے)

صوفی: ''تو گھر میں دو درجن گلدان کہاں سے نکل آئیں گے؟''

ریحانی: ''شاید پھوپھی مجتبائی کا خیال ہے (فیرنی کا مزہ لیتے ہوئے) غسل خانے کے لوٹے میں پھول سجائے جائیں گے (تلخی سے ہنستا ہے)--- حد ہو گئی حد---'' (سٹیج کے آخر میں جا کر دیوار کی طرف منہ کر کے فیرنی کھاتا ہے)

روحی: ''فرما رہی تھیں پانی پینے کے ٹوٹے گلاسوں سے کام چل جائے گا۔''

صوفی: (بے اختیار ہنس پڑتی ہے)

''ٹوٹے گلاس--- پانی نہ نکل آئے گا ان میں سے؟''

مجتبائی پھوپھی: (دور سے موٹی آواز) ''ارے روحی بیٹا--- اے صوفی بیٹا۔ کدھر ہو تم سب؟'' (دروازہ کھلتا ہے پھوپھی داخل ہوتی ہیں۔ ہاتھ میں ایک بہت ہی پرانا موزہ رفو کرنے کے لیے پکڑ رکھا ہے۔ کپڑوں سے اور کپڑوں کے

بے جوڑ رنگ سے کنجوسی ظاہر ہوتی ہے)

پھوپھی مجتبائی: (صوفے کے ایک سرے پر بیٹھ کر رفو کرتے ہوئے) ''ریحانی بیٹے! ایک کام نہیں کرتے۔ روحی بیٹا کی ضد ہے کہ کل چائے کی میزوں پر پھول ضرور ہونے چاہئیں۔ مگر دو درجن گلدان کہاں سے آئیں گے؟''

ریحانی: ''دکان سے آئیں گے اور کہاں سے آئیں گے۔''

پھوپھی: ''اے ہے۔ دو درجن گلدانوں کا کرایہ تو بہت زیادہ ہو جائے گا اور پھر پھولوں کو دیکھتا کون ہے جب کھانے کی چیزیں سامنے ہوں---''

روحی: ''کوئی دیکھے یا نہ دیکھے کل ضرور ہوں گے پھول اور پھولدان میزوں پر۔''

پھوپھی: ''میں کہتی ہوں یہ سب خواہ مخواہ کے خرچ ہیں۔ اس لیے تم کسی کباڑیے کے ہاں چلے جاتے ذرا۔ ان کے ہاں بعض وقت ایسی چیزیں کوڑیوں کے مول مل جاتی ہیں---''

نازی: (کھلکھلا کر ہنس پڑتی ہے) ''ہائے ہائے کباڑیا (پھر ہنستی ہے) سنتی ہو روحی آپا؟ کباڑیے کی دکان سے آپ کی پارٹی کے گلدان آئیں گے --- ہی ہی ہی۔'' (ہنستی ہے)

ریحانی: (غصے سے) ''اس قسم کے کام آپ ان لڑکیوں کے سپرد کیجئے پھوپھی۔ میرا کام دعوت نامے چھپوانا تھا وہ میں کر چکا ہوں۔''

مجتبائی پھوپھی: ''دعوت نامے، غضب خدا کا--- ان کے چھپوانے کی آخر کیا ضرورت تھی؟ شادی بیاہ کا موقع تھوڑا ہی تھا کوئی؟ خواہ مخواہ کے خرچ ہیں۔''

روحی: (غصے سے) ''تو پھر دعوت کی اطلاع کیسے بھجوائی جاتی ٹیلی فون تو آپ کرنے نہ دیتیں۔ کہ خواہ مخواہ کے خرچ ہیں---'' (غصے سے پھولوں کا ایک گلدستہ قالین پر پھینک کر دوسرے گلدان کی طرف جاتی ہے)

Scanned with CamScanner

مجتبائی پھوپھی: ''ریحانی ایک سائیکل پر جا کر سب سے زبانی کہہ آتے۔ اثر بھی اچھا پڑتا اور خرچ سے بھی بچ جاتے۔''

ریحانی: (بے حد گرم ہو کر) ''بس اب رہنے دیجئے پھوپھی مجتبائی۔ ہر وقت آپ کو روپے کی پڑی رہتی ہے۔ دو دن سے اتنی دوڑ دھوپ اور محنت کر رہا ہوں ---کسی کو کیا معلوم---'' (غصے سے سٹیج کے آخر میں جا کھڑا ہوتا ہے)

روحی: ''تم نے دعوت ناموں کا کام کیا ہے تو میں بھی کچھ بیکار نہیں بیٹھی رہی ٹیلی فون کر کے ''باپ بیٹا'' کمپنی کو شامیانوں اور قناتوں کے لیے کہہ دیا ہے۔ دونوں چیزیں آج دوپہر چھکڑے پر لد کر پہنچ جائیں گی تا کہ کل صبح لگ جائیں۔''

مجتبائی: ''اے ہے شامیانے کے نیچے تو دم گھٹ جائے گا۔ اس کی ضرورت نہیں۔ منع کر دو فوراً---''

روحی: ''اور میں نے کرسیوں اور میزوں کے لیے بھی ''باپ بیٹا'' کو تاکید کر دی ہے کہ بہت اچھی رنگین کرسیاں ہوں اور آج شام پہنچ جائیں۔''

ریحانی: ''گلدان بھی ''باپ بیٹا'' سے منگوا لیتیں----''

مجتبائی پھوپھی: ''اب خدا کے لیے چھوڑو بھئی ان باپ بیٹوں کو۔ کرسیوں کی آخر ضرورت کیا تھی روحی بیٹا؟ خواہ مخواہ کے خرچ ہیں---''

ریحانی: (غصے سے) ''تو کیا مہمانوں کو درختوں پر بٹھایا جائے؟ یا باغ کی دیوار پر؟''

مجتبائی پھوپھی: ''اے ناراض نہ ہو جاؤ ریحانی بیٹے۔ میں کہہ رہی تھی آج کل کھانا تک کھڑا کر کے کھلا دیا جاتا ہے یہ تو چائے ہے بغیر کرسیوں کے کام آسانی چل سکتا تھا۔ علاوہ ازیں میزوں کی بھی کوئی ضرورت نہ تھی۔''

ریحانی: ''تو دستر خوان میں اپنے سر بچھاؤں گا؟''

نازی: (زور سے ہنس پڑتی ہے) ''ہی ہی ہی ہی---کھانے کی پلیٹیں آپ کے سر پر چنی جائیں گی اور مہمان درختوں پر بیٹھیں گے۔ ہی ہی ہی ہی---''

ریحانی: (غصے سے) ''چپ رہو نازی تم---''

پھوپھی: ''بیٹے جب چیز گھر میں موجود ہے تو پھر باہر سے کیوں منگوائی جائے خواہ مخواہ کے خرچ ہیں۔ کھانے کے کمرے سے ایک میز باہر نکال لی جاتی، دوسری میز پینٹری میں پڑی ہے، ایک باورچی خانے میں ہے۔''

روحی: (ہنستی ہے) ''توبہ توبہ۔ پینٹری کی وہ گندی کالی میز؟''

نازی: (ہنستے ہوئے) ''ہی ہی تا کہ اس کا میل کچیل چھپ جائے۔''

مجتبائی پھوپھی: ''تم دخل نہ دیا کرو بڑوں کے معاملوں میں۔'' (یکا یک)

روحی: ''ارے ہاں---تم لوگوں میں سے کسی نے بیروں کے لیے بھی کہہ دیا؟''

صوفی: ''کبھی کا''

ریحانی: ''شاباش!''

مجتبائی پھوپھی: ''ارے نہیں نہیں۔ بیروں کی کیا ضرورت ہے؟ --- خواہ مخواہ کا خرچ---''

ریحانی: ''تو پھر پلیٹیں کون پیش کرے گا۔ بوتلیں کون کھول کر دے گا؟ مالی اور مہتر؟''

مجتبائی پھوپھی: ''تم تو یونہی ناراض ہو جاتے ہو ریحانی بیٹے۔ میرا مطلب تھا نازی پلیٹیں تقسیم کر دے گی۔ صوفی مہمانوں کے آگے مٹھائی وغیرہ پیش کرتی رہے گی۔ روحی ایک میز پر کھڑے ہو کر سب کے لیے چائے بنا دے گی۔ تم ایک درخت کے پیچھے کھڑے ہو کر کوکا کولا کی بوتلیں کھولو گے۔''

ریحانی: (خشمگیں نظروں سے لمحہ بھر کو پھوپھی کو دیکھتا ہے) ''ہوں ایک درخت

Scanned with CamScanner

کے پیچھے کھڑے ہو کر۔''

روحی: ''خیر میں نے ''گول گپا اسٹور والا'' کو فون کر کے چند بیروں کے لیے کہہ دیا ہے جو کل دو پہر طرہ دار پگڑی اور برف جیسی سفید اچکنیں پہنے یہاں پہنچ جائیں گے۔''

مجتبائی: (شدید غصے کی آواز) ''میں کہتی ہوں گھر لٹا دو گی ان کمبخت مہمانوں کی خاطر؟ ''گول گپا'' کا ایک ایک بیرہ پانچ پانچ روپے سے کیا کم لے گا؟''

صوفی: ''پانچ لے خواہ دس۔ میں بلا کے رہوں گی بیروں کو اپنی پارٹی پر پھوپھی مجتبائی۔''

مجتبائی: ''ارے تم لوگوں کی جو بات ہے بے ڈھنگی اور نقصان کی ہے۔ یہ بیرے لوگ ایک تو مٹھی بھر روپے لے جائیں گے اور پھر یہ کہ مہمانوں کے آگے کیک اور سموسے اس بے دردی سے بار بار پیش کرتے ہیں کہ چیزیں دگنی کھائی جاتی ہیں۔ اور دگنا خرچ ہوتا ہے۔''

نازی: ''خالہ شمسہ کے ہاں کی دعوت میں تو مجتبائی پھوپھی آپ کو اس بات پر بڑا غصہ آیا تھا کہ بیرے نے دوبارہ آپ کو آئس کریم کے لیے نہیں پوچھا۔ دوسری دفعہ آپ نے مجھ سے منگوا کر کھائی تھی آئس کریم۔''

پھوپھی: (شرمندگی سے کھنکھارتے ہوئے) ''تم بیچ میں نہ بولا کرو نازی۔ اب تمہیں تمیز سیکھنی چاہیے۔ اتنی بڑی ہو گئیں۔''

نازی: (ہنستی ہے) ''ہی ہی ہی --- جو آپ نے کیا۔ وہ میں نے بتا دیا۔ اس میں بدتہذیبی کیا تھی ---؟''

صوفی: (یکا یک) ''اچھا میں اپنے سر میں پنیں تو لگا آؤں۔ کل فرصت کسے ملے گی بالوں میں لہریں پیدا کرنے کی ---''

(گھر کے اندر بھاگ جاتی ہے)

روحی: ''ادھر میں نے اب تک نہیں سوچا کہ کل شام پہنوں گی کیا؟''

نازی: ''ہائے نجانے درزی میرا فراک کل لائے یا نہ لائے۔ نہ لایا تو کیا پہنوں گی کل؟ --- آپا روحی آپا روحی (لجاجت سے) آپ اپنی کوئی ساڑھی دے دیں گی ایک شام کے لیے؟''

روحی: ''دماغ نہ چاٹو نازی۔ جا کے الماری میں سے چائے کے برتن تو نکلواؤ کل کے لیے ---''

پھوپھی: ''ہے ہے۔ یہ تو توڑ دے گی سارے قیمتی برتن --- اسے نہ بھیجنا وہاں ---''

ریحانی: ''بابا یہ برتن تو آتے ہی رہیں گے --- مگر تم دونوں سے اتنا نہ ہوا کہ کھانوں کی فہرست ہی بنا لیتیں ذرا --- میں کیا کیا کروں؟ دعوت نامے چھپواؤں۔ بھجواؤں۔ کھانوں کی فہرستیں بناؤں ---''

روحی: ''ارے وہ تو میں نے کبھی کی بنا دی فہرست۔ دس بارہ چیزیں سوچی ہیں میں نے۔''

مجتبائی پھوپھی: (گھبرا جاتی ہے) ''خدا کی پناہ۔ دس بارہ چیزیں۔ شاباش ہے تم کو روحی بیٹا۔ ارے میں پوچھتی ہوں مہمان کمبخت کیا فاقہ زدہ ہوں گے کہ دعوت ہی میں آ کر اپنے پیٹ کے جہنم کا ایندھن مہیا کریں گے؟ بس ذرا ذرا سی دو ایک چیزیں چکھیں اوپر سے چائے کا ایک پیالہ پیا اور قصہ ختم۔''

ریحانی: ''پیسہ ہضم۔''

نازی: ''لیکن مجتبائی پھوپھی۔ جس شام آپ کو دعوت میں جانا ہو اس دو پہر کا کھانا تو آپ کھاتی ہی نہیں۔ میں نے ایک دفعہ پوچھا نہیں تھا آپ سے کہ فاقہ

کیوں کر رہی ہیں؟ اس پر آپ نے فرمایا تھا دعوت میں جو جانا ہے۔''

پھوپھی: ''کتنی منہ پھٹ لڑکی ہے۔ بزرگوں پر کوئی ایسے الزام دھرتا ہے؟''

نازی: ''آپ نے کہا تھا یا نہیں؟''

ریحانی: ''ارے چھوڑ اب یہ قصے۔ کھانوں کی فہرست کہاں رکھی ہے روحی تم نے؟ ذرا لاؤ۔ میں بھی ایک نظر ڈال لوں۔''

روحی: ''ٹیلی فون کی میز کے پاس رکھ دی تھی۔''

(ریحانی جھک کر تپائی کے کاغذات الٹ پلٹ کر ڈھونڈتا ہے)

ریحانی: ''یہاں تو کہیں نہیں ہے۔''

روحی: ''نہ جانے چیزیں کہاں اڑ جاتی ہیں---(خود بھی جا کر ڈھونڈنے لگتی ہے) میں نے ایک رسالے کے پیچھے لکھی تھی فہرست۔''

پھوپھی: ''ہے ہے---وہ رسالہ تو میں نے ردی والے کو دے دیا۔''

نازی: ''ہی ہی ہی---(ہنستی ہے)''

روحی: (غصے سے) ''نہ جانے آپ کو ردی نکالنے کا اتنا کیا شوق ہے پھوپھی، کمال کرتی ہیں آپ بھی۔''

ریحانی: ''لاؤ دعوت نامے چھپوائے ہیں تو کھانوں کی فہرست بھی ہم ہی بنا ڈالیں۔ ---لا نازی ذرا قلم---''

نازی: (ست لہجہ) ''ہائے بھیا۔ بڑی دور۔ آپ کے کوٹ کی جیب میں ہو گا قلم۔ آپ خود جا کر لے آیئے نا۔''

ریحانی: ''نکمی کہیں کی۔ کل تمہیں چائے کی میز پر آنے کی اجازت ہرگز نہ ملے گی۔ سن لیا؟''

نازی: (روٹھ کر) ''اوں اوں اوں---میں ضرور آؤں گی چائے کی میز پر۔''

(صوفی ناخنوں پر پالش کرتی ہوئی آتی ہے۔ سر پر لہروں کی پنیں لگی ہیں اور سر جالی سے ڈھنکا ہے)

ریحانی: (میز پر سے پنسل اٹھاتا ہے) ''اچھا روحی اب بیٹھو یہاں آ کر---میں لکھواتا ہوں فہرست۔ تم بھی تو کچھ سوچو نا صوفی۔ ناخنوں پر پالش پھر کر لینا۔''

صوفی: (غور سے اپنے ناخنوں کو دیکھتی ہے) ''ناخنوں پر پالش کہاں کر رہی ہوں دیکھ رہی ہوں جو رنگ اس وقت میں نے لگایا ہے وہ کل کے لباس کے ساتھ چل بھی جائے گا؟''

پھوپھی مجتبائی: ''نہ چلا تو کیا ستم آ جائے گا۔ اب مجھے دیکھو جس رنگ کا کپڑا مل گیا پہن لیا۔ ورنہ خواہ مخواہ کے خرچ!''

(ریحانی صوفہ پر بیٹھا ہے۔ دائیں بائیں روحی اور صوفی ہیں۔ نازی قالین پر بیٹھی غور سے سن رہی ہے)

صوفی: ''اچھا اب لکھو فہرست''

پھوپھی: ''اے ایسی لمبی چوڑی فہرست کی کیا ضرورت ہے۔ دو چار چیزوں پر مہمان کمبختوں کو ٹرخا دو۔ تین چیزیں کافی ہیں بلکہ کافی سے زیادہ۔''

صوفی: (حیران) ''تین چیزیں؟''

روحی: ''مثلاً؟''

پھوپھی: ''لکھو بیٹے ریحانی تم۔ امرودوں کا کچالو۔ بیسن کے پکوڑے اور میٹھے میں سوجی کا حلوہ۔''

نازی: (بے اختیار ہنس پڑتی ہے) ''ہی ہی ہی---آپا صوفی آپا روحی۔ سنتی ہو؟ آپ لوگوں کے امتحان کی کامیابی پر بیسن کے پکوڑے، ہی ہی ہی---''

مجتبائی پھوپھی: (چڑ کر) ''ارے ساتھ امرودوں کا کچالو اور سوجی کا حلوہ بھی تو ہوگا۔''

صوفی: (ہنستی ہے) ''کمال کرتی ہیں پھوپھی مجتبائی آپ بھی۔''

روحی: ''میں تو شرم کے مارے گڑ جاؤں گی مہمانوں کے سامنے۔''

ریحانی: ''تم سب خاموش رہو۔ میں لکھتا ہوں فہرست۔ ہمیں کچھ اپنی عزت کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔ مجتبائی پھوپھی کا نہیں؟ (حقارت سے) ہوں امرودوں کے پکوڑے اور بیسن کا کچالو۔ اور حلوہ حلوے کا سوجی --- ہوں ---''

(تینوں لڑکیاں زور زور سے ہنس پڑتی ہیں)

روحی: ''خوب کہا ریحانی تم نے بھی امرودوں کے پکوڑے --- ہی ہی ہی۔''

نازی: ''اور حلوے کا سوجی ہی ہی ہی ----''

ریحانی: (خود بھی ہنس پڑتا ہے) ''پھر کیا کروں مجتبائی پھوپھی کی باتیں ہی کچھ ایسی ہوتی ہیں ---''

پھوپھی: (ناراضگی میں جلدی جلدی رفو کرتی ہے) ''تم لوگوں کا جو جی چاہے وہ لکھو فہرست میں میں دخل نہ دوں گی۔''

ریحانی: (خوش ہو کر شگفتگی سے) ''شکریہ پھوپھی۔ شکریہ۔''

نازی: ''اور کچھ ہو یا نہ ہو بھیا ریحانی، انڈوں کا حلوہ ضرور لکھ لیجیے فہرست میں۔''

ریحانی: ''کیوں لکھوں انڈوں کا حلوہ؟ قلم تھوڑا ہی لا کر دیا تھا تم نے؟ چلو بھاگو یہاں سے۔''

روحی: ''اچھا ریحانی۔ سب سے پہلے لکھو۔ مغزیات سے بھرا ہوا بڑا سا کیک۔''

پھوپھی: (بے اختیار ہو کر) ''تو پھر بہت بڑا بھی نہ ہو۔ علاوہ بدنما ہونے کے۔''

ریحانی: ''خواہ مخواہ کے خرچے ہیں۔ یہی ہے نا آپ کا مطلب مجتبائی پھوپھی؟''

(ہنستا ہے)

نازی: ''آپ نے تو کہا تھا کہ آپ دخل نہ دیں گی؟''

(پھوپھی کی طرف دیکھتی ہے)

صوفی: ''اچھا کیک کے بعد لکھو پیٹیز''

پھوپھی: ''وہ کیا بلا ہوتی ہیں؟''

صوفی: ''ولایتی سموسے''

پھوپھی: ''سبزی کے نا؟''

صوفی: ''جی نہیں قیمے کے''

پھوپھی: ''کیا ضرورت ہے۔ انہیں فہرست سے خارج کردو۔''

روحی: ''پیٹیز ہوں تو پھر مرغ کی ہوں۔''

نازی: ''اس کے ساتھ پنیر بھی ضرور شامل ہو۔''

پھوپھی: (جل کر) ''چٹوری کہیں کی''

نازی: (روٹھی ہوئی ضدی آواز میں) ''اوں اوں جیسے میں ہی ہوں ایک چٹوری ---''

ریحانی: (بیزاری سے) ''اچھا اب لکھواؤ بھی ---''

صوفی: ''اس کے بعد لکھو سینڈوچ''

مجتبائی پھوپھی: ''انہیں خارج کردو فہرست سے۔ اس کے بجائے پکوڑے ٹھیک رہیں گے۔''

صوفی: ''مگر شام کی چائے پر سینڈوچ نہ ہونا معیوب سی بات معلوم ہوگی۔''

پھوپھی: ''ہونے دو معیوب بات۔ ارے ڈر کس کا ہے آخر؟ مہمان ہمیں پولیس میں دے دیں گے؟''

صوفی: ''سینڈوچ ہوں گے اور ضرور ہوں گے''

پھوپھی: (مایوس ہو کر) ''تو پھر کھیرے کے بنوادوں گی۔ باغ میں بہت سے لگے ہیں۔''

Scanned with CamScanner

ریحانی: ”کیوں مرغ کے بنوانے میں کیا مضائقہ ہے؟“

روحی: (ہنس کر) ”کیونکہ وہ باغ میں نہیں ہیں۔“

نازی: ”خالہ نجمہ کی دعوت میں تو آپ نے سبزی کے سینڈوچ چھوئے بھی نہ تھے۔ چن چن کے مرغ کے لیے تھے۔ پھوپھی مجتبائی!“

پھوپھی: ”خبردار جو تم بولیں۔“

روحی: ”اچھا۔ تم لکھو ریحانی۔ بالائی کے لڈو“

صوفی: ”بالائی کے لڈو اور سوہن حلوہ“

مجتبائی پھوپھی: ”کیوں مہمانوں کی بدہضمی کا سامان کرتی ہو؟“

ریحانی: ”ہونے دیجیے بدہضمی۔“

(لکھتا ہے ساتھ ہی دہراتا ہے)

”بالائی کے لڈو اور سوہن حلوہ“

روحی: ”سوہن حلوہ اور مچھلی کے کباب، ریحانی!“

ریحانی: (لکھتا ہے) ”سوہن حلوہ اور مچھلی کے---“

پھوپھی: ”ان کا بھی کوئی جوڑ ہے۔ دونوں چیزوں کو خارج کر دو فہرست سے۔“

ریحانی: (جل کر) ”آخر کیا کیا چیزیں خارج کی جائیں؟“

نازی: ”سب کچھ کیجیے۔ مگر انڈوں کا حلوہ تو ضرور رکھیے بھیا۔ کیوں آپا روحی؟“

روحی: ”مجھ سے کیا پوچھتی ہو۔ پوچھو مجتبائی پھوپھی سے۔“

پھوپھی: ”تم بڑوں کے معاملات میں دخل نہ دیا کرو نازی۔“

ریحانی: ”مگر ایک آدھ گھر کا حلوہ تو ضرور ہونا چاہیے۔“

پھوپھی: ”وہ کیوں؟“

ریحانی: ”کیونکہ میں فہرست میں سے بیسن کے پکوڑے اور سوجی کے حلوے کو

خارج کر رہا ہوں۔“

صوفی: ”آپ کو انڈوں کے حلوے کی ترکیب معلوم ہے پھوپھی مجتبائی۔“

پھوپھی: ”جانتی بھی ہو آج کل ایک ایک انڈا پانچ پانچ آنے کا ملتا ہے۔“

ریحانی: ”پانچ آنے کا ہو یا پانچ روپے کا حلوہ ہوگا ضرور۔ (لکھتا ہے) انڈے یا گاجر کا حلوہ۔“

پھوپھی: ”حلوہ رکھنا ہی ہے تو پھر سوجی کا حلوہ ہو۔“

روحی: (منہ بنا کر) ”سوجی کا حلوہ بھی کوئی حلوہ ہوتا ہے۔“

صوفی: ”(زور سے چیخ کر) ”مجھے معلوم ہے۔ مجھے معلوم ہے مجتبائی پھوپھی کو سوجی کا حلوہ کیوں اتنا پسند ہے؟“

ریحانی: ”کیوں بھلا؟“

نازی: ”کیوں---کیونکہ اس میں زعفران نہیں پڑتی اور زعفران مہنگی ہے۔“

(سب کو ہنسی آ جاتی ہے۔ مجتبائی پھوپھی نازی کو ڈانٹتی ہیں)

پھوپھی: (ڈانٹ کر) ”پھر دخل در معقولات نازی!“

نازی: (بڑبڑاتی ہے) ”یہ بھی خوب ہے دخل در معقولات بھیا ریحانی۔ انڈوں کا حلوہ ضرور رکھیے۔“

ریحانی: (ہنستا ہے) ”یہ تیرے مٹاپے کے لیے ٹھیک نہیں نازی۔“

(باغ کی طرف سے چھکڑے کی گڑگڑاہٹ سنائی دیتی ہے)

روحی: (گھبرا کر) ”اوئی اللہ---یہ کیسی آواز ہے؟“

(ڈر کے دو قدم آگے کو بھاگتی ہے)

صوفی: ”اتنے ڈرنے کی کیا بات ہے روحی؟ ”باپ بیٹا“ کمپنی سے سامان آیا ہوگا چھکڑے میں لد کر---“ (باغ کا دریچہ کھول کر باہر جھانکتی ہے)

Scanned with CamScanner

احمد: (داخل ہوتا ہے) ''باپ بیٹا سے شامیانے والے آگئے ہیں حضور'' (آواز باریک)

پھوپھی مجتبائی: ''ابھی سے؟ بھئی دعوت تو کل ہے، آج شام تو نہیں ہے۔ خواہ مخواہ کا کرایہ وصول کرلیں گے یہ لوگ۔ کہو واپس لے جائیں۔''

(جلدی جلدی رفو کرتی ہیں)

صوفی: ''آج ہی لگا کر چلے جائیں تو کیا مضائقہ ہے؟ ڈھیر سارے کام پڑے ہیں۔ اس ایک طرف سے تو اطمینان رہے گا۔''

ریحانی: ''ہاں ہاں۔ کہہ دو شامیانے لگا دیں۔''

احمد ملازم: ''بہت اچھا حضور'' (باہر چلا جاتا ہے)

نازی: (دریچے میں سے باغ کی طرف جھانک کر) ''ہائے ہائے کیسے رنگین شامیانے ہیں۔ ان کے لگنے کے بعد کتنا خوب صورت معلوم ہوگا — خوشی سے ناچتی ہے۔''

روحی: ''بس شور نہ کرو۔''

پھوپھی: (بڑبڑاتی ہیں) ''خواہ مخواہ کے خرچ ہیں ذرا سی پارٹی کے لیے یہ شامیانے۔''

(احمد پھر داخل ہوتا ہے)

احمد ملازم: ''وہ جگہ کا پوچھ رہے ہیں حضور کہ باغ میں کدھر لگائیں جائیں؟''

ریحانی: (فہرست میز پر رکھ کر سوچتے ہوئے) ''کدھر — لگائے جائیں؟''

احمد ملازم: ''میں کہہ دوں حضور کہ باغ کے کنویں کے پاس لگا دیں؟''

ریحانی: ''ہائیں ہائیں عقل ماری گئی ہے تمہاری؟''

نازی: (زور سے ہنس پڑتی ہے) ''تاکہ مہمان آتے ہی کنویں میں گر پڑیں۔ ہی

ہی ہی (ہنستی ہے) کیوں آپا روحی؟''

روحی: ''ایسی منحوس باتیں نہیں کیا کرتے۔''

احمد ملازم: ''تو پھر بتائیے حضور۔''

روحی: ''میرا خیال ہے مولسری کے درخت کے قریب لگائے جانے چاہئیں تاکہ مہمانوں کو بھینی بھینی خوشبوئیں آتی رہیں۔''

صوفی: ''ارے واہ۔ وہ کیا جگہ ہوئی۔ درخت کے نیچے تمام وقت پتے گرتے رہتے ہیں۔''

احمد ملازم: ''تو حضور امرودوں کے درختوں کے آگے جگہ صاف کروا کے نہ لگا دیئے جائیں۔''

ریحانی: ''وہاں تو درختوں پر طوطوں کا وہ شور مچا رہتا ہے کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی۔''

صوفی: ''طوطوں کے شور کے علاوہ گلی کے بچے درختوں پر غلیل مارتے رہتے ہیں۔''

نازی: (ہنس کر) ''ہی ہی ہی — اگر کوئی غلیل کسی مہمان کی آنکھ میں جا لگی تو مہمان کانا ہو جائے گا۔ کیوں آپا روحی؟''

روحی: (بگڑ کر) ''مت کیا کرو ایسی منحوس باتیں۔''

ملازم: ''اصطبل کے آگے؟''

ریحانی: ''گھوڑا آگیا تو مہمانوں کو کچلتا ہوا نکل جائے گا۔''

روحی: ''مہمانوں کا کچلنا ایک طرف اصطبل ایک بے حد غیر شاعرانہ چیز ہے۔''

ملازم: ''حضور! پہلے آپ سب مل کر سوچ لیں پھر مجھے آواز دیں کام بہت ہے۔''

(جاتا ہے)

ریحانی: (خوش) ''ہاں خوب خیال آیا۔ شامیانے باغ کے ''اصطبل کے آگے؟'' فوارے کے عین سامنے لگانے چاہئیں تاکہ مہمانوں کو افلاطون کا بت نظر آتا رہے۔''

مجتبائی پھوپھی: (ناخوش سی ہیں) ''ارے دفع کرو افلاطون کو کسی ایسی کھلی جگہ لگائیں جہاں بیروں کی چوری پکڑی جا سکے۔ دعوت کے بعد یہ بہت لوٹ مار مچاتے ہیں۔ تم جاؤ نا بیٹے ریحانی ذرا باغ میں۔ اپنی نگرانی میں برآمدے کے قریب لگواؤ شامیانے تاکہ بیروں کی ایک ایک حرکت پر نظر پڑ سکے۔''

ریحانی: (کھڑا ہو کر) ''میں کیا کیا کروں مجتبائی پھوپھی۔ دعوت نامے چھپواؤں شامیانے لگواؤں۔''

پھوپھی: ''ایسے کام تو خود ہی کرنے پڑتے ہیں بیٹے۔''

ریحانی: ''میں اپنے سر پر تھوڑا ہی اٹھاؤں گا شامیانہ ---- ''باپ بیٹا'' والے خود ہی لگا لیں گے۔''

صوفی: ''مگر جگہ تو ہمیں ہی بتانی پڑے گی۔''

ریحانی: ''تو تم چلی جاؤ نا ----''

صوفی: چلی جاتی۔ پر کیا کروں۔ سارے سر میں پنیں لگی ہوئی ہیں۔''

نازی: ''میں جا کر بتا دوں جگہ۔''

روحی: ''نہیں تم نہیں۔ تم چپکی بیٹھی رہو۔''

(باغ کے دروازے سے مالی داخل ہوتا ہے۔ ہاتھ میں کھرپا ہے)

ریحانی: ''کیا ہے مالی؟''

مجتبائی پھوپھی: ''یہ ہاتھ میں کھرپا کیوں اٹھائے پھر رہے ہو؟ میری بغیر اجازت گاجریں نہ اکھیڑنا۔''

مالی: (ذرا برا مان کر) ''نہیں حضور میں کیوں اکھیڑوں گا آپ کی گاجریں کوئی چور ہوں ------؟''

ریحانی: ''آئے کیوں ہو؟''

مالی: ''بجلی والا آیا ہے حضور --- کہتا ہے ہنڈے کتنے چاہئیں؟''

پھوپھی: ''انڈے؟'' پھر تو مرغی کے نہ منگواؤ بطخ کے انڈوں سے کام چل جائے گا۔ سستے ہوتے ہیں۔''

مالی: (ہنس پڑتا ہے) ''انڈے نہیں حضور۔ ہنڈے۔ بجلی کے بلب۔''

(پھر ہنس پڑتا ہے)

پھوپی: (شرمندہ ہو کر غصے سے) ''پھر یوں کیوں نہیں کہتا ---- احمق کہیں کا ------ پر ریحانی بیٹے! شام کی پارٹی میں بجلی کے بلبوں کی آخر ضرورت ہے کیا؟''

ریحانی: ''(بے پروائی سے) ''ہوتی ہے ضرورت۔''

پھوپھی: ''آج کل سورج دیر میں غروب ہوتا ہے۔''

صوفی: ''مگر سہیلیاں اس سے بھی دیر میں رخصت ہوتی ہیں۔''

روحی: ''ہاں ہاں اور کیا اس کے علاوہ روشنیوں سے رونق بھی رہے گی۔''

مالی: ''حضور پہلے آپ سب مل کر سوچ لیں پھر مجھے آواز دیں کام بہت ہے۔''

(کھرپا لے کر چلا جاتا ہے)

نازی: ''آپا روحی آپا صوفی! سارے کے سارے لال بلب لگوائیے۔''

روحی: عقل ماری گئی ہے نازی؟ لال بلبوں سے یوں معلوم ہوگا جیسے آگ لگی ہے۔ ریحانی بھیا۔ آخر کر کیا رہے ہو؟ باہر باغ میں ہو آئیے نا۔ جتنا کام آج ہو جائے مناسب ہے۔''

Scanned with CamScanner

ریحانی: ''باغ میں گرد اُڑ رہی ہوگی میرے کپڑے خراب ہو جائیں گے۔''

روحی: (حقارت اور طنز سے) ''ہوں کپڑے خراب ہو جائیں گے۔''

ریحانی: ''تو تم خود چلی جاؤ نا۔ دوسروں پر حکم چلانا کہاں کا دستور ہے؟''

روحی: ''دعوت نامے کیا چھپوائے ہیں کہ اب کسی کام کو ہاتھ ہی نہیں لگاتے۔ میں کیسے چلی جاؤں۔ ابھی تو مجھے دوسرے کمروں میں بھی پھول لگانے ہیں۔ صبح سے اسی کام میں لگی ہوئی ہوں۔''

صوفی: ''میں خود چلی جاتی باغ میں۔ پر کیا کروں سارے سر میں پنیں لگی ہوئی ہیں کہ کل فرصت ملے نہ ملے۔''

پھوپھی: (اٹھتی ہے اور باغ کے دریچے سے باہر جھانکتی ہے)

''مجھے تو یہ ڈر ہے کہ یہ کمبخت شامیانے والے باغ میں سے کوئی گملا وملا نہ اُڑا لے جائیں۔ ریحانی بیٹے! تم باغ میں بنیان پہن کر چلے جاؤ۔''

صوفی: ''اور بجلی والے سے کہو کہ سبز اور سرخ روشنیاں لگائیں۔''

روحی: ''سبز اور سرخ روشنی تو ریلوے گارڈ کی لالٹین کی ہوتی ہے۔ یوں معلوم ہوگا جیسے باغ میں سے ریل گزرنے والی ہو۔ نیلی اور بنفشی رنگ کی لگاؤ۔''

پھوپھی: ''ارے نہیں لڑکیو! تم کو تو ہر چیز نقصان کی سوجھتی ہے۔ ویسے تو روشنی کی سرے سے ضرورت ہی نہیں کیونکہ دن لمبا ہو گیا ہے خواہ مخواہ کے خرچ لیکن اگر تمہاری یہی ضد ہے تو پھر تیز روشنی کے سادہ بلب لگواؤ تاکہ ملازموں کے کھانے پینے کی چیزوں کی چوری پکڑی جا سکے۔''

روحی: (ذرا ہنس کر) ''تو یہ آپ تو ایسے کہہ رہی ہیں گویا ڈاکوؤں اور اچکوں سے واسطہ پڑا ہے۔''

پھوپھی: ''تو کوئی شبہ ہے تمہیں اس میں؟ ''گول گپا'' ہوٹل کے بیروں کی بے ایمانیاں تو مشہور ہیں۔ یاد ہے تجمل کی شادی میں کوکا کولا کی بوتلوں کا کیسا قحط پڑا تھا؟ یہ نہیں کہ منگوائی کم تھیں بلکہ بیرے پی گئے۔''

(باغ کے دروازے سے پھر مالی داخل ہوتا ہے)

مالی: ''حضور وہ بجلی والے۔''

(باغ کے راستے احمد داخل ہوتا ہے)

احمد ملازم: ''حضور وہ شامیانے والے۔''

ریحانی: (جھلا کر) ''خدا کے لیے جاؤ تم لوگ۔ دماغ نہ چاٹو میرا۔ کیا کیا کروں دعوت نامے چھپواؤں۔ بجلی لگواؤں۔ شامیانے کھڑا کردوں—''

(غصّے سے ٹہلتا ہے)

روحی: ''تم جاؤ مالی۔ ابھی آتے ہیں ریحانی میاں۔''

دونوں: ''اچھا حضور''

(دونوں باغ کے رستے باہر چلے جاتے ہیں)

مجتبائی پھوپھی: ''ہاں میاں۔ اب تم ہی کو جانا پڑے گا بنیان پہن کر۔''

ریحانی: ''میں ہی جاؤں گا اور کون جا سکتا ہے بنیان تو پہن لوں—''

(گھر کی طرف کے دروازے سے اندر چلا جاتا ہے)

روحی: ''صرف ایک دن رہ گیا ہے بیچ میں۔ اور کام کچھ ہوا ہی نہیں۔''

پھوپھی: ''تم سب کے سب سست ہو۔''

(دفعتاً گھنٹی بجتی ہے)

روحی: (پھولوں کو کچھ کرتے ہوئے بیزار لہجہ) ''لو— توبہ اب ٹیلی فون بج رہا ہے۔ یہ بھی ایک مصیبت ہے عین کام کے وقت ٹیلی فون گھنٹیاں۔''

صوفی: ''تم اٹھاؤ نا نازی۔ بیکار بیٹھی ہو۔''

(نازی بھاگتی ہے اور اٹھاتی ہے)

نازی: (ٹیلی فون میں) ''ہیلو؟ ہیلو؟ کون بول رہا ہے — ؟ گول گپا؟ آپا صوفی، وہ لوگ پوچھ رہے ہیں کل رات سینڈوچ کتنے چاہئیں۔''

(گھر کی طرف کے دروازے سے ریحانی بنیان پہن کر اسٹیج پر آتا ہے)

ریحانی: ''کس کا فون ہے؟''

نازی: ''گول گپا والے ہیں۔ پوچھ رہے ہیں کل سینڈوچ کتنے چاہئیں؟''

ریحانی: ''کہہ دو چھ درجن۔''

صوفی: ''نہیں نہیں آٹھ درجن۔''

روحی: ''ارے نہیں دس درجن۔''

نازی: ''پہلے ٹیلی فون پر بات تو کیجئے نا۔ کب سے پکڑے کھڑی ہوں۔''

پھوپھی: (غصّے سے) ''ارے کیا غضب کر رہے ہو؟ تم لوگوں کو کسی چیز کا بھی اندازہ ہے؟ دو درجن کافی ہیں بلکہ کافی سے زیادہ۔''

نازی: ''تو کہہ دوں دو درجن؟''

ریحانی: ''ارے نہیں مہمان دل میں کیا کہیں گے؟''

پھوپھی: ''جو چاہے کہنے دو کم بختوں کو۔ آخر دوسری ڈھیر ساری چیزیں بھی تو ہیں، کچھ سینڈوچ ہی تھوڑا ہی ہوں گے ان منحوسوں کے لیے؟''

ریحانی: ''اب بحث مباحثے بند بھی ہوں گے کبھی؟ ادھر لاؤ ٹیلی فون۔''

(ٹیلی فون خود اٹھا لیتا ہے اور زور سے کہتا ہے)

''گول گپا اسٹور؟ آٹھ درجن بھائی آٹھ درجن (ٹیلی فون رکھ کے واپس آتا ہے) توبہ دماغ خالی ہو گیا —''

پھوپھی: ''ایک دماغ کیا۔ قارون کا خزانہ بھی خالی ہو جائے ایسی دعوت میں —

اب خیال کرو سینڈوچ گول گپا سے منگوانے کی آخر ضرورت کیا تھی؟ خواہ مخواہ کے خرچ۔ کل دوپہر کے کھانے کے بعد میں لڑکیوں کو ساتھ لے کر خود بنا دیتی۔''

ریحانی: ''گھر کے سینڈوچ؟ توبہ توبہ۔ ایک طرف سے اٹھے ہوئے دوسری طرف سے دبے ہوئے۔''

روحی: (ہنستی ہے) ''سچی بات ہے انہیں تو کسی کے آگے پیش کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔''

صوفی: (ہنس پڑتی ہے) ''ہی ہی ہی — کل سلیمہ کہہ رہی تھی کہ وہ رضیہ کی سالگرہ کی چائے پر گئی تو وہاں سینڈوچ دیکھ کر اس کے پیٹ میں بل پڑ گئے۔''

روحی: (ذرا سا ہنس کر۔ پھر قینچی سے پھولوں کو کاٹتے ہوئے) ''ہی ہی۔ کیوں؟ خانہ ساز سینڈوچ تھے کیا؟''

صوفی: ''ہاں کہتی تھی میری نانی نے بنائے ہیں۔ سینڈوچ کیا تھے چوہے معلوم ہوتے تھے۔ تیسرا سرا ہی غائب تھا۔''

(سب ہنس پڑتے ہیں۔ مگر پھوپھی خاموش ہیں)

ریحانی: ''سنتی ہو پھوپھی مجتبائی! خانہ ساز سینڈوچ ایسے ہوتے ہیں۔''

پھوپھی: ''اسی لیے تو کہتی ہوں ان خرافات کی ضرورت ہی نہیں صرف بیسنی پکوڑوں سے کام چل جائے گا۔''

(باغ کی طرف کے دروازے سے مالی داخل ہوتا ہے)

مالی: ''ریحانی میاں بنیان پہن لی آپ نے؟''

ریحانی: (چیخ کر) ''کیوں؟''

مالی: ''وہ بجلی والے حضور!''

Scanned with CamScanner

ریحانی: ''ارے سر کھالیا انہوں نے، کہو آتا ہوں۔''

مالی: ''بہت اچھا حضور۔''

(چلا جاتا ہے)

ریحانی: ''دیکھو۔ یہ کھانوں کی فہرست یہاں چھوڑے جا رہا ہوں میز پر۔ اڑ نہ جائے پھر کہیں۔''

پھوپھی: ''ذرا دینا ادھر بیٹے۔ ایک نظر میں بھی ڈال لوں۔''

(عینک لگاتی ہے)

ریحانی: ''یہ لیجیے مگر خبردار پھوپھی مجتبائی جو آپ نے فہرست میں سے کوئی چیز خارج کی۔''

پھوپھی: ''اے میں کیوں کروں گی کوئی چیز خارج۔ جی بھر کے لٹاؤ گھر کو۔ مجھے کیا؟'' (عینک لگا کے فہرست بڑے غور سے پڑھنے لگتی ہے۔ کبھی چونک پڑتی ہے، کبھی آہ کھینچتی ہے)

(دروازہ کھلتا ہے اور باغ کی طرف سے احمد آتا ہے)

احمد: ''ریحانی میاں بنیان پہن لی آپ نے؟''

ریحانی: (چیخ کر) ''کیوں؟ ابھی مالی آیا تھا اب تم سر پر سوار ہو گئے۔''

ملازم: (ذرا ہنس کر) ''اے میاں وہ شامیانے والے دق کر رہے ہیں چل کر بتا ہی دیجیے جگہ۔''

ریحانی: ''تم چلو میں آتا ہوں۔''

ملازم: ''اچھا میاں۔''

(باغ کے دروازے سے باہر چلا جاتا ہے)

ریحانی: ''اچھا۔ میں جاتا ہوں پیچھے باغ میں۔ نازی۔ کوئی ملنے ولنے آئے تو کہہ

دینا ریحانی بھیا گھر پر نہیں ہیں۔ بھلا بنیان پہن کر کیسے مل سکتا ہوں کسی سے؟''

نازی: ''تو گویا میں جھوٹ بولوں؟ بُری عادتیں آپ ہی سکھاتے ہیں مجھے۔''

روحی: ''معلوم بھی ہے تین بج رہے ہیں۔ آج چائے جلدی پی لینی چاہیے۔ کام بہت ہے۔ ابھی تو مجھے اندر کے کمروں میں بھی پھول لگانے ہیں۔''

صوفی: ''ہاں ریحانی اب تم بنیان پہن ہی چکے ہو تو پھر یہ پیانو بھی پل بھر کے لیے برآمدے میں رکھوا دو۔''

نازی: (مچلتی ہے) ''پیانو آپا صوفی؟ ہاں بھیا ریحانی، اسے باہر برآمدے میں رکھوا دیجیے۔ کل دعوت کے اخیر میں میں مہمانوں کے آگے پاک سرزمین شاد باد، گاؤں گی۔''

روحی: ''اس پر مجھے خیال آیا کل اگر مہمانوں میں سے کوئی خوش ذوق مجھ سے گانے کی فرمائش کر بیٹھا تو کیا ہوگا؟ پریکٹس تو میں نے کی ہی نہیں۔''

صوفی: ''کہہ دینا گلا خراب ہے۔''

روحی: ''جھوٹ مجھ سے نہ بولا جائے گا۔''

ریحانی: (ہنس کر) ''ہی ہی ہی — جی ہاں۔ جیسے ساری عمر سچ بولتے گزر گئی جناب کی۔''

صوفی: (ہنس کر) ''ہی ہی — ارے گا کر سنانے کا اتنا ہی شوق ہے تو پھر گاؤ روحی۔ منع کون کرتا ہے؟''

ریحانی: ''مگر خدا کے لیے ابھی سے نہ شروع کر دینا اپنی ٹیں ٹیں۔''

نازی: (کھکھلا کر ہنس پڑتی ہے) ''ہی ہی ہی — ہو ہو ہو — ٹیں ٹیں سنتی ہو آپا روحی؟ آپ کے گانے کا نام کیا رکھا ہے ریحانی بھیا نے؟ ٹیں ٹیں۔ ہی

Scanned with CamScanner

ہی ہی — ''(ہنستی ہے)

روحی: (بے حد بُرا مان کر غصے سے) ''آگ لگتی ہے تم لوگوں کی ایسی باتوں سے۔ مذاقِ سلیم چھو کر نہیں گیا۔ تم لوگ کیا جانو موسیقی۔''

(گھر کی طرف دروازہ کھلتا ہے اور خانساماں اندر داخل ہوتا ہے۔ سفید برف کا سا لباس۔ خانساماؤں کا ایپرن پہن رکھا ہے اور سر پر خانساماؤں کی اونچی سفید ٹوپی پہن رکھی ہے۔ مونچھیں بے حد لمبی اور سیدھی لکڑی کی طرح ناک کے نیچے رکھی ہیں۔ آنکھیں مسکراتی ہوئی۔ قد چھوٹا۔ جسم بے حد موٹا)۔

خانساماں: (بے حد اونچی موٹی آواز) ''السلام علیکم۔''

(سب چونک پڑتے ہیں اور اسے دیکھتے ہیں)

پھوپھی: (فہرست پڑھتے پڑھتے مڑ کر) ''کیا ہے خانساماں۔ تم کیوں نازل ہو گئے؟''

خانساماں: (اونچی آواز) ''کل سموسوں کے ساتھ چٹنی کس چیز کی بنے گی حضور؟''

روحی: ''املی کی۔ خوب تیز ہو کھٹائی۔ سنتے ہو؟''

خانساماں: ''سنتا ہوں حضور۔''

ریحانی: ''نہیں ہری مرچوں کی خوب چٹ پٹی سی ہو سنتے ہو؟''

خانساماں: ''سنتا ہوں حضور۔''

صوفی: ''نہ املی نہ ہری مرچیں۔ نیبو کی بناؤ الو تم۔ سن لیا؟''

خانساماں: ''سن لیا حضور۔''

نازی: (ضدی آواز میں) ''ہائے آپا۔ مجھے تو اچور کی پسند ہے چٹنی۔ تم اچور کی چٹنی بنانا خانساماں۔ اچھا؟''

خانساماں: ''اچھا حضور؟''

ریحانی: ''جب سن لیا تو اب جاؤ۔''

خانساماں: ''سن تو سب کچھ لیا حضور مگر ایک بات سمجھ میں نہ آئی۔ املی کی، مرچوں کی، نیبو کی، یا اچور کی۔ آخر کس چیز کی بناؤں چٹنی؟''

پھوپھی: (فہرست سے نظر اٹھا کر عینک کے اوپر سے دیکھتے ہوئے) ''خواہ مخواہ کے خرچ ہیں یہ سب، آم کی ذرا سی چٹنی لو پام میں لگی رہ گئی ہے۔ اس میں تھوڑی سی پیاز کچل کر ملا دو خانساماں، اسی سے کام چل جائے گا۔''

خانساماں: (منہ پر ہاتھ رکھ کر کھلکھلا کر ہنس پڑتا ہے) ''آپ بھی حد کرتی ہیں حضور۔''

(دروازے سے ہنستا ہوا باہر نکل جاتا ہے)

ریحانی: ''بابا تم سب لڑتے رہو۔ میں جاتا ہوں باغ میں سامان رکھوانے کے لیے۔ (پلٹ کر جاتے ہوئے) پھوپھی مجتبائی، کوئی چیز خارج نہ کرنا فہرست سے۔''

روحی: (ریحانی کو روک کر جو دروازے پر کھڑا ہے) ''ابھی یہاں سے پیانو نہ اٹھوانا ریحانی۔ میں دو ایک غزلوں کی مشق کر لینا چاہتی ہوں، احتیاطاً۔ کل کے لیے۔''

صوفی: (جل کر) ''اتنے بہت سے کام پڑے ہیں اور بیگم صاحبہ جا رہی ہیں پیانو پر مشق کرنے کے لیے۔''

روحی: (چڑ کر) ''کیوں نہ کروں مشق؟ اگر کسی نے فرمائش کر دی تب''

(پھول ایک طرف رکھ کر گنگناتی ہوئی پیانو کی طرف جاتی ہے اور آہستہ آہستہ اس کے پردوں کو چھیڑتی ہے)

روحی: (تھوڑی دیر گنگناتے رہنے کے بعد گانے لگتی ہے)

Scanned with CamScanner

''نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم۔ نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے۔ نہ ادھر کے رہے۔ نہ ادھر کے رہے۔ نہ ادھر کے رہے۔''

مجتبائی پھوپھی: (فہرست تہہ کرتے ہوئے روحی کی طرف دیکھ کر) ''اے ہے روحی بیٹا۔ یہ کیا غزل لے بیٹھی ادھر کے ادھر کے۔ فلک کے اوپر۔ زمیں کے نیچے۔''

ریحانی: (دروازے میں جانے کو تیار کھڑا ہے ذرا ہنس کر) ''نہیں نہیں...... وہ سناتا روحی تم — (گا کر) میرے مولا بلا لو مدینے مجھے، ذرا ہمارا بھی اطمینان رہے گا کہ تم یہاں سے کوچ کرنے کا ارادہ رکھتی ہو۔''

صوفی: (مسکرا کر) ''اب چھوڑو اس مسخرے پن کو جا کر باغ میں سامان رکھواؤ ریحانی۔''

روحی: (نفرت سے) ''بنیان پہنے یوں کھڑے ہو جیسے بڑی محنت کر رہے ہو۔ تمام دن بیکار کھو دیا۔''

ریحانی: ''اچھا بابا اچھا۔ ناراض نہ ہو میں گیا۔''

(باغ کے دروازے سے باہر چلا جاتا ہے)

روحی: (پیانو پر بیٹھتی ہے۔ چہرے سے ناراضی ظاہر ہو رہی ہے)

''توبہ توبہ تم لوگوں کو موسیقی کا مذاق چھو کر نہیں گیا۔ عجیب بدمذاق لوگوں سے سابقہ پڑا ہے۔''

صوفی: (چڑ کر طنز سے) ''تو تم اپنی خوش مذاقی کا ثبوت دو نا۔ مہمانوں کے آگے گلا پھاڑ پھاڑ کر۔''

نازی: ''آپ ذرا اٹھئے آپا روحی۔ میں بھی مشق کر لوں پاک سرزمین کی۔''

روحی: ''توبہ توبہ ایسی گڑبڑ میں میں کیا خاک مشق کر سکتی ہوں، اب تو شام ہی کو کروں گی۔''

(اٹھ کھڑی ہوتی ہے)

نازی: (اس کے کھڑے ہوتے ہی خود پیانو پر بیٹھتی ہے اور زور زور سے گاتی ہے)

''پاک سرزمین شاد باد، کشورِ حسین شاد باد۔''

(اندر کی طرف سے بڑے زور کے دھماکے کی آواز آتی ہے)

مجتبائی پھوپھی: ''ہے ہے کلیجہ ہل گیا۔ یہ کیسا دھماکہ ہے؟''

نازی: (پیانو چھوڑ کر اٹھتی ہے اور یکایک دروازے کی طرف بھاگتی ہے)

''معلوم ہوتا ہے زلزلہ آ رہا ہے۔ اوئی۔''

صوفی: ''ارے نہیں، باہر کوئی ٹرک آ کر رکا ہے۔''

(پھر آواز شروع ہو جاتی ہے جو رہ رہ کر مسلسل آتی ہے۔ روحی باغ کے دریچے میں سے باہر جھانکتی ہے)

روحی: ''نہیں نہیں۔ نہ زلزلہ نہ ٹرک۔ یہ تو بھیا ریحانی صوفہ گھسٹوا رہے ہیں مالی سے۔''

پھوپھی: (بے چین ہو کر کھڑی ہو جاتی ہے) ''صوفہ، (بھاگ کر باغ کے دریچے میں جاتی ہے اور جھانکتی ہے) ہائے ہائے (اونچی آواز سے) چھوڑو ریحانی بیٹے ارے خدا کے لیے چھوڑو صوفہ جہاں ہے وہیں پڑا رہنے دو۔ میں کہتی ہوں ریزہ ریزہ ہو جائے گا۔ اب کمرے سے باہر نہ نکالنا۔''

(اس دوران میں صوفہ گھسٹنے کی رہ رہ کر آواز آتی رہتی ہے)

نازی: ''پھر مہمان بیٹھیں گے کہاں مجتبائی پھوپھی؟''

پھوپھی: (غصے سے) ''بھاڑ میں جائیں مہمان۔ ان کا کیا جائے گا نقصان اپنا ہوگا۔'' (صوفہ گھسٹنے کی آواز بند ہو جاتی ہے اور ریحانی باغ کے دریچے میں

نمودار ہوتا ہے)

ریحانی: (باہر باغ میں کھڑا ہے دریچے سے جھانک کر اندر دیکھتا ہے)

''بابا چار بج رہے ہیں چائے بھی نصیب ہوگی آج یا نہیں؟ سارا بدن ٹوٹ رہا ہے(زور کی باآواز بلند جمائی لیتا ہے) چائے کب ملے گی؟''

صوفی: ''چلانا بند کرو ریحانی۔کان کے پردے پھاڑ ڈالے تم نے۔ذرا اطمینان ہولے تو پی لیں گے چائے۔''

مجتبائی پھوپھی: ''صوفہ سلامت بھی ہے؟''

(ریحانی غائب ہوجاتا ہے)

نازی: ''ہائے پھوپھی۔درزی میرا فراک اب تک نہیں لایا۔''

پھوپھی: (چڑچڑی آواز)

''تو پھر میں کیا کروں؟ کیوں سلوایا تھا نیا فراک؟ خواہ مخواہ کا خرچ۔''

نازی: ''ذرا خانساماں کو درزی کی دُکان تک بھیج دوں؟''

روحی: ''عقل ماری گئی ہے نازی؟ ایسے وقت میں خانساماں کو درزی کی دُکان پر بھیجوگی، چائے تک تو ابھی پی نہیں۔''

پھوپھی: ''روحی بیٹا۔خانساماں سے کہہ دو پہلے ہمیں چائے دے دے۔سب ایک ایک پیالی سادہ چائے ہی پی لیں گے۔ساتھ کچھ کھانے کی ضرورت نہیں۔''

نازی: ''کیوں کھانے کی ضرورت کیوں نہیں؟ کیا خواہ مخواہ کے خرچ؟''

(ہنستی ہے)

پھوپھی: ''فضول باتیں نہ کرو جاکر خانساماں سے کہو چائے لے آئے۔''

نازی: ''اور اس کے ساتھ کیک بھی۔کیوں پھوپھی مجتبائی؟''

(اندر چلی جاتی ہے)

روحی: (وفورِ شوق سے بے خود ہوکر یکایک کھڑی ہوجاتی ہے اور انگڑائی لینے کے انداز میں ہاتھ اٹھاتی ہے)''بس، کل ٹھیک اسی وقت مہمانوں کی کاریں آنی شروع ہوجائیں گی۔ہائے ہائے۔بڑا مزہ آئے گا کیوں صوفی؟''

صوفی: (بے حد خوش)''بڑا۔''

ریحانی۔روحی: (دونوں خوشی سے)''ٹھیک چوبیس گھنٹے میں۔''

ریحانی: (دور سے چیختا ہوا پھر کھڑکی کے باہر آکر کھڑا ہوجاتا ہے)

''پھوپی! او پھوپھی۔چائے منگوائیے نا۔جمائی پر جمائی چلی آرہی ہے— آ آ آ—''(جمائی پر بات ختم ہوتی ہے)

صوفی: (دریچے میں ریحانی کو دیکھ کر)''اس لباس میں بار بار ہمارے آگے آتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آتی؟''(ریحانی جاچکا ہے)

روحی: ''جب تک چائے آئے میں اتنے میں مشق کرتی ہوں ایک غزل کی۔''

(پیانو پر بیٹھتی ہے اور ہلکے ہلکے گاتی ہے)

بازیچۂ اطفال ہے دنیا میرے پیچھے
ہوتا ہے شب و روز تماشا میرے پیچھے

(گانا بند کرکے آہستہ آہستہ بجانے لگتی ہے)

پھوپھی: ''اے ہے روحی بٹیا۔یہ پیچھے کیا تماشہ کرا رکھا ہے تم نے؟''

صوفی: (بے ساختہ ہنس پڑتی ہے)''کیا خوب۔کیا خوب۔پیچھے؟''

(روحی بجانے میں اس قدر منہمک ہے کہ ان کی باتیں سنتی ہی نہیں۔آہستہ آہستہ بجا رہی ہے پھر دو لمحے بعد گانے لگتی ہے۔شعر کے معنی کے مطابق اشارے بھی کرتی جاتی ہے)

Scanned with CamScanner

روحی: (گاتے اور اشارہ کرتے ہوئے)

''گو ہاتھ کو تو جنبش نہیں، آنکھوں میں تو دم ہے
رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے''

(ہاتھ سے اپنے پیچھے اشارہ کرتی ہے)

(دروازہ کھلتا ہے اور خانساماں چائے کی ٹرالی سجا کر اندر لاتا ہے)

صوفی: ''اب خدا کے لیے بند بھی کرو۔ مارڈالا تم نے اپنے اشعار سے۔''

خانساماں: (بے حد موٹی آواز میں) ''لیجیے حضور۔ چائے آ گئی۔ آج بڑے مزے کی ہوگی چائے۔ دودھ والے نے دودھ میں پانی بہت کم ملایا ہے۔ پاؤ میں آدھ پاؤ۔''

(جھک کر ایک تپائی پر دروازے کے قریب چائے کی پیالیاں وغیرہ رکھتا اور پھر دوسرے دروازے سے چلا جاتا ہے)

نازی: (داخل ہوتی ہے اور چائے کی ٹرالی کی طرف جاتی ہے) ''کیک بھی لایا یا نہیں؟''

(باہر باغ کی طرف سے ایک کار کے ہارن کی زور کی آواز آتی ہے)

پھوپھی: ''ہے ہے۔ یہ کون آدھمکا ایسے وقت میں، زینب آئی ہوگی۔ اس میں عین چائے کے وقت آنے کی پُرانی عادت ہے۔''

(نازی بڑے مزے سے کیک کا ٹکڑا اٹھا کر کھاتی ہے۔ مجتبائی چائے کی طرف بڑھتی ہے۔ روحی آہستہ آہستہ پیانو بجا رہی ہے اور کبھی کبھی گنگنانے لگتی ہے)

صوفی: ''ٹھہریئے۔ میں دیکھتی ہوں کھڑکی میں سے — (غصہ سے روحی کی طرف پلٹ کر) بند کرو روحی اپنی بے وقت کی راگنی۔ (باہر جھانکتی ہے)

ارے مجتبائی پھوپھی یہ تو بیگم نجم معلوم ہوتی ہیں۔''

پھوپھی: (اٹھتی ہے اور دریچے سے جھانکتی پھر ہٹ جاتی ہے) ''ہاں ہیں تو بیگم نجم۔ مگر ایسی زرق برق بنارسی ساڑھی میں اس وقت؟''

(نازی بھی کیک کھاتی ہوئی دریچے کی طرف بھاگتی اور دیکھتی ہے)

نازی: (زور سے) ''وہ دیکھئے آپا صوفی ایک شیو آ رہی ہے نیلے رنگ کی۔''

(بڑے زور سے ہارن بجنے کی آواز آتی ہے۔ روحی اپنی دھن میں ایک راگنی کو اونچی آواز سے زمزمہ دے رہی ہے)

صوفی: (دریچے سے جھانکتی ہے پھر روحی کی طرف پلٹ کر غصے سے کہتی ہے)

''ہے ہے قدسیہ اور اس کی تینوں بہنیں شیو میں سے اتر رہی ہیں۔ ارے چپ بھی کرو روحی۔''

(کار کے ہارن کی آواز آتی ہے)

(گھبرا کر گانا بند کر کے معصومانہ انداز میں) کیوں کیا بات ہے؟

صوفی: ''کار پر کار آ رہی ہے اور تم۔''

روحی: ''کار پر کار؟ (اٹھتی اور دریچے سے باہر جھانکتی ہے) کیا ہو رہا ہے۔ یہ کاریں کیسی ہیں؟''

(ایک اور کار کے آنے، رکنے اور دروازوں کے کھلنے کی آواز۔ پھر دو ایک کاروں کے ہارن پر ہارن سنائی دیتے ہیں۔ تینوں دریچے میں کھڑی باہر جھانک رہی ہیں)

صوفی: (باہر جھانک کر) ''ہائے اللہ یہ تو اشفاق اور ان کی دونوں بہنیں ہیں۔''

روحی: ''وہ دیکھو۔ وہ چھوٹی سی فیئیٹ۔ ریحانی کے دونوں دوست مختار اور انور اتر رہے ہیں۔''

نازی: ''اور آپا ان کے ساتھ آپ کی سہیلی ہیں شمیم۔''

صوفی: ''ہے ہے میرے تمام سر میں پنیں لگی ہوئی ہیں۔'' (جلدی جلدی پنیں کھولنے لگتی ہے)

(یک اور کار آتی ہے اور ہارن زور زور سے بجتا ہے۔ ریحانی دریچے سے اندر داخل ہوتا اور گرتے گرتے بچتا ہے۔ چائے کی ٹرے چھن سے پیالیوں سمیت نیچے آرہتی ہے سب گھبرا کے اس کی طرف دیکھتے ہیں)

ریحانی: (بدحواس، ہانپتا ہوا)
''کچھ لوگ آگئے تھے۔ میں بنیان میں تھا۔ بھاگ آیا اندر۔''
(ریحانی شدید پریشانی میں پیشانی سے پسینہ پونچھتا ہے۔ باہر ایک اور ہارن زور سے بجتا ہے)

ایک ردی والا: (دریچے کے پاس آکر زور سے) ''ردی والا۔ پرانا اخبار۔ ٹوٹی جوتی۔ ردی والا حضور۔''

ریحانی: (غصے سے چیخ کر) ''مروڑ دوں گا گلا۔ یہ وقت ہے ردی نکالنے کا۔ بھاگو یہاں سے۔''

ردی والا: (اونچی آواز) ''بیگم صاحبہ نے آج شام کا وقت دیا تھا حضور۔ (بازاری آواز نکالتا ہے) ردی والا، پرانا جوتی۔''

ریحانی: (شدید غصہ) ''جاتا ہے کہ نہیں؟''

پھوپھی: ''ہے ہے۔ یہ کمبخت اس وقت آ یا کل آجاتا ردی والے۔''

ردی والا: ''محض آپ کی خاطر اتنی دور سے آیا ہوں حضور۔''
(باہر دور سے کار کا ہارن بجتا ہے)

ریحانی: ''آج میں اسے مرغی کی طرح ذبح کر دوں گا۔''

(غصے سے آگے بڑھتا ہے۔ ردی والا جاتا ہے۔ احمد ملازم باغ کی طرف کے دروازے سے اندر داخل ہوتا ہے)

احمد ملازم: (داخل ہوکر) ''حضور باہر چلئے۔ مہمان پر مہمان چلے آرہے ہیں۔''
(باغ کی طرف کا دروازہ کھلتا اور خانساماں داخل ہوتا ہے)

خانساماں: ''اے حضور مہمانوں کو بڑی مشکل سے باہر روک رکھا ہے وہ یہاں اندر آرہے تھے۔''

(دونوں نوکر باہر چلے جاتے ہیں۔ روحی اور صوفی دبک کر ایک کونے میں بیٹھ جاتی ہیں۔ ریحانی بنیان پہنے دریچے کے پیچھے چھپا ہوا کھڑا ہے۔ نازی کبھی باہر جھانکتی کبھی گھبرا کر سر اندر کو کر لیتی ہے۔ پھوپھی پریشان ہے۔ باہر باغ میں مہمانوں کے ہنسنے بولنے کی آوازیں آتی ہیں)

پھوپھی: ''بات کیا ہے آخر؟ پارٹی تو کل ہے۔''
(حواس باختہ) ''میں ابھی آیا۔'' (اندر کی طرف بھاگ جاتا ہے)

صوفی: ''ہائے اللہ! کوئی غلط فہمی تو نہیں ہوگئی؟''

ریحانی: (حواس باختہ اندر داخل ہوکر) ''روحی روحی — او صوفی — ہائے غضب ہوگیا۔''

روحی: (گھبرا کر) ''کیا ہوا؟''

صوفی: (پریشان) ''ارے کچھ تو بتاؤ ریحانی۔''
(سب اس کی طرف دیکھتے ہیں۔ ریحانی احمقوں کی طرح کھڑا ہے)

ریحانی: (زبان میں لکنت) ''یہ۔ یہ۔ یہ۔ ساری خطا خطا — خطا۔''

پھوپھی: ''اے ہے کیا ہوگیا آخر؟ کس کی خطا، کیسا قصور؟''

ریحانی: ''میں۔ میں کہتا ہوں ساری خطا پریس والوں کی ہے۔''

Scanned with CamScanner

صوفی: (جھلا کر) ''پریس والے کون؟''

ریحانی: ''ابھی ابھی پتلون کی جیب سے دعوت نامہ نکلا۔ غلطی سے اس پر پریس والوں نے کل کی بجائے آج کی تاریخ ڈال دی ہے۔ یہ پریس والے۔''

روحی: (گھبرا کر) ''ہائے ہائے آج کی تاریخ؟''

نازی: ''کل کی بجائے آج کی تاریخ۔''

ریحانی: ''کمبخت پریس والے۔''

صوفی: (شدید غصہ) ''پریس والوں کو کیا کہہ رہے ہو؟ دعوت نامے تو تم نے چھپوائے تھے۔''

ریحانی: ''صرف چھپوائے تھے نا۔ چھاپے تو پریس والوں نے تھے۔''

روحی: ''لیکن تاریخ تو تم نے لکھی تھی۔''

ریحانی: ''یہ پریس والوں کا کام تھا کہ تاریخ درست کر لیتے۔''

(باہر باغ میں ہارن بجنے کی آوازیں۔ کار کے دروازے بند ہوتے اور کھلتے ہیں۔ کبھی کبھی مہمانوں کے بولنے کی آوازیں آ جاتی ہیں۔ مجتبائی پھوپھی ایک دفعہ دریچے میں سے باہر جھانکتی اور کہتی ہے)

پھوپھی مجتبائی: ''اب میں سارا معاملہ سمجھ چکی۔ تم لوگ فکر نہ کرو۔ میں ابھی آئی۔''

(گھر کی طرف کا دروازہ کھول کر چلی جاتی ہے)

صوفی: (سر پکڑ کر بیٹھ جاتی ہے) ''ستم ہو گیا۔''

روحی: ''یہ ساری آفت ان حضرت کی لائی ہوئی ہے۔ اس لیے اب ریحانی کو بھیجو باہر مہمانوں کے خیر مقدم کے لیے۔''

ریحانی: ''مجھے کیا کہتی ہو؟ سارا کیا دھرا پریس والوں کا ہے۔''

روحی: ''شیخیاں تو اتنی بگھار رہے تھے اور کارنامہ یہ کیا۔''

ریحانی: ''یہ پریس والے۔''

صوفی: ''یہ پریس والے پریس والے کیا بک رہے ہو۔''

ریحانی: (گھبرا کر سٹیج پر اِدھر اُدھر بھاگتے ہوئے۔ کبھی کبھی دریچے سے باہر بھی جھانک لیتا ہے) ''انہیں نہ کوسوں تو اور کسے کوسوں؟''

روحی: ''اپنے آپ کو کوسو۔''

(باہر دو ایک ہارن سنائی دیتے ہیں) ''ہائے ہائے اب ہو گا کیا؟'' (روتی ہے)

نازی: (دریچے سے جھانکتی ہے) ''کاروں پر کاریں آ رہی ہیں۔''

ریحانی: ''یہ پھوپھی مجتبائی کدھر چلی گئیں۔ وہی چلی جائیں۔ باغ میں۔''

صوفی: (رونے کی سی آواز) ''تم باہر جاؤ روحی۔ کھڑی کیا دیکھ رہی ہو؟ ان لوگوں کو بٹھا تو دو کم از کم۔''

روحی: (چڑ کر) ''تم بھی کیا باتیں کرتی ہو صوفی۔ بٹھاؤں کہاں؟ الٹی کرسیوں پر یا ریحانی کے سر پر؟''

ریحانی: ''اب اس میں میری کیا خطا؟ — ایسے خوب صورت دعوت نامے — ساری خطا پریس والوں کی ہے۔''

روحی: (قطعِ کلام کر کے غصّے سے)
''چپ رہو ریحانی۔ اب بھی شیخی سے باز نہیں آتے۔''

صوفی: (روتے ہوئے)
''ہائے ہائے۔ اب انہیں بٹھائیں گے کہاں؟''

نازی: ''اور آپا روحی۔ انہیں کھلائیں گے کیا؟ توبہ۔ ایسے دعوت نامے چھپوائے کہ ہمیں منہ دکھانے کے قابل نہ چھوڑا۔''

Scanned with CamScanner

صوفی: (صوفے کے پیچھے سے نکلتے ہوئے) ''اور اس پریشنی کا یہ عالم — کہ یہ کر دیا وہ کر دیا۔''

نازی: ''اور بھیا۔ آپ تو کہتے تھے دعوت ناموں پر ایک سنہری لکیر کھنچوائی ہے۔''

ریحانی: (غصہ سے) ''چپ کرو نازی۔ ہوش اڑے ہوئے ہیں یہاں اور تم سنہری لکیر۔''

صوفی: ''اب سنہری لکیر کا مزہ آرہا ہے جناب کو؟''

روحی: (روتی ہے) ''اب بھی اپنی غلطی نہیں مان رہے۔''

باہر سے ایک مردانہ آواز۔ ''ارے بھئی ریحانی۔ کہاں برقعہ پہن کر بیٹھ رہے۔''

(ریحانی سٹیج کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پاگلوں کی طرح بھاگتا ہے)

ریحانی: (بھاگتے بھاگتے) ''ہائے ہائے، یہ تو رشید کی آواز ہے، کمبخت آرہا ہے تیر کی طرح ادھر۔''

(روحی بھاگ کر باغ کا دریچہ بند کر دیتی ہے پھر آنکھوں پر رومال رکھ کر روتی ہے)

روحی: (روتے ہوئے) ''یہ لوگ دروازے توڑ ڈالیں گے۔''

ریحانی: (ایک دروازے کے پیچھے چھپ کر کھڑا ہے۔ دعا کے پیرائے پر ہاتھ آسمان کی طرف کر کے) ''پاک پروردگار اے رب کعبہ۔ تو ہی میری مدد کر — یہ شام خیریت سے گزر گئی تو دو آنے فقیر کو دوں گا۔''

(گھر کے دروازے سے پھوپھی داخل ہوتی ہے)

پھوپھی: (داخل ہو کر) ''اے ہے فقیر کمبخت کو دوانی کیوں؟ خواہ مخواہ کے خرچ۔''

صوفی: ''پھوپھی آپ کہاں چلی گئیں تھیں؟''

پھوپھی: ''باورچی خانے میں گئی تھی ذرا۔''

ریحانی: (یکا یک پھوپھی کے آگے دوزانو ہو کر التجا کے پیرائے میں)

''ہائے پھوپھی — آپ کو دونی کی پڑی ہے، یہاں جان کے لالے پڑ رہے ہیں۔ اب آپ ہی کچھ بتایئے کہ کیا کیا جائے۔ دروازے تو بند کر دیئے ہیں مگر۔''

پھوپھی: (مسکراتی ہے)

''ارے گھبراتے کیوں ہو؟ تم سب جاؤ اور کپڑے بدل آؤ۔''

ریحانی: ''کپڑے؟''

روحی: ''بدل آؤ؟''

صوفی: ''مگر کپڑے بدلنے کا فائدہ؟''

نازی: ''میں کون سا فراک پہنوں۔ درزی نے تو دیا ہی نہیں ابھی۔''

ریحانی: (بے حد پریشان) ''کیا کہہ رہی ہیں آپ؟''

پھوپھی: (مسکراتی ہوئی ایک صوفے پر جا بیٹھتی ہے) ''میں نے سب انتظام کر لیا ہے۔ باغ میں جاؤ اور مہمانوں کو چائے پلاؤ۔''

روحی: (اب تک آواز میں رقت) ''لیکن آپ نے اتنی جلدی کیا کیا ہے؟''

صوفی: ''پھوپھی آپ مذاق تو نہیں کر رہی ہیں؟''

پھوپھی: ''میں کہتی ہوں چائے تیار ہے اور میز پر رکھ دی گئی ہے۔ کپڑے بدل آؤ اور مہمانوں کے پاس باغ میں جاؤ۔''

ریحانی: (خوش ہو کر چلا جاتا ہے) ''سچ مچ، ارے میری جان پھوپھی، میری جان (پھوپھی سے لپٹ جاتا ہے) آؤ تمہیں پیار کروں۔''

(پھوپھی کو گود میں اٹھا کر ناچتا ہے پھر صوفے پر کھڑا کر دیتا ہے)

روحی: (خوش ہو کر ہنستی ہے) ''لیکن آپ نے اتنی جلدی کیا کیا آخر؟''

پھوپھی: (اب تک صوفے پر کھڑی ہے) ''کرنا ہی کیا تھا — ؟ الماری میں سوجی رکھی تھی بھون کر شکر ملا دی۔ بیسن پڑا تھا کئی دنوں کا۔ پیاز اور ہری مرچیں ملا کر اس کے پکوڑے تلنے کو دے دیئے۔ امرود خراب ہو رہے تھے، نیبو نچوڑ کر ان کا کچالو بنانے کو کہہ دیا۔''

ریحانی: (رقت بھری آواز) ''ہائے ہائے۔ آخر کو قسمت میں وہی تین چیزیں لکھی تھیں۔''

روحی: (رقت بھری آواز) ''سوجی کا حلوہ — ؟''

صوفی: (روتی ہوئی) ''اور امردوں کا کچالو — ؟''

نازی: ''ہی ہی ہی — اور بیسن کے پکوڑے — ہی ہی ہی'' (ہنستی ہے)

(دروازہ کھلتا اور احمد داخل ہوتا ہے)

احمد: ''ریحانی میاں۔ ریحانی میاں۔''

ریحانی: (دروازے کے پیچھے بنیان پہنے خوف زدہ کھڑا ہے)
''شو — چپ رہو۔''

احمد: ''حضور — نواب صاحب آگئے اپنی جاگیر سے۔'' (باہر چلا جاتا ہے)

صوفی: ''ہائیں چچا آگئے؟ اُف، (بے اختیار روتی ہے) ہائے ریحانی، اب چچا تمہیں کسی قابل نہ سمجھیں گے۔''

روحی: ''نہیں، چچا اپنا فیصلہ اب کبھی نہ بدلیں گے۔''

صوفی: (زار و قطار روتے ہوئے)
''بس سمجھو اب ہماری قسمت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے — ''

ریحانی: (بنیان شانوں پر درست کرتے ہوئے صوفی سے) ''تم رومت میری جان ابھی ایک ترکیب میری سمجھ میں آگئی ہے۔ سب معاملہ ٹھیک ہو جائے گا چٹکی بجانے میں — آنے دو چچا جعفر کو اندر — ''

روحی: ''اب بھی بگھار و اپنی شیخیاں — ''

(چاچا جعفر سر پر فلٹ ہیٹ، ہاتھ میں اٹیچی کیس لیے اندر آتے ہیں)

چچا جعفر: ''کچھ ضروری کاغذات لینے تھے — اس لیے گرمی میں آنا پڑا (پلٹ کر دروازے کی طرف ریحانی کو دیکھتے ہیں) تمہیں شرم نہیں آتی اس لباس میں لڑکیوں کے آگے آتے ہوئے؟ — اور باغ میں یہ کیا بلڑ مچا رکھا ہے — پارٹی تو کل ہے۔''

ریحانی: (فوراً) ''جی ہاں چچا جان پیارے۔ پارٹی تو کل ہے۔ آج اس کی محض ریہرسل کر رہا تھا — کل انتظام بالکل ٹھیک؟ — ''

صوفی: ''جی ان چند بے تکلف دوستوں کو بلا کر — ''

چچا جعفر: ''پارٹی کی ریہرسل؟''

ریحانی: ''جی ہاں۔ (ذرا ہنس کر) اور آپ نے کہہ رکھا تھا چچا جان — کہ پارٹی کا انتظام ریہرسل کر لی۔''

چچا جعفر: ''اچھا اچھا — خیر یہ تم نے اچھا کیا — اس سے معلوم ہوتا ہے اب تم میں کچھ احساسِ ذمہ داری پیدا ہو چلا ہے۔''

(صوفی بے حد اطمینان سے مسکراتی ہے)

ریحانی: ''اچھا کیا نا چچا میں نے؟ لایئے آپ کا اٹیچی اٹھا لوں — '' (بڑھتا ہے)

چچا: (ذرا مسکرا کر) ''اب تم کچھ معقول بنتے جاتے ہو — مجھے اپنے کاغذات لینے تھے۔ آج اس لیے چلا آیا اور مجھے فوراً ہی لوٹنا ہے۔''

(چچا اوپر بالائی خانے پر چلے جاتے ہیں)

ریحانی: (چچا کو جاتے دیکھ کر) ''اُف بال بال بچ گئے۔''

روحی: (ہنستی ہے) ''مگر خوب نبھایا ریحانی تم نے بھی۔''

صوفی: (ہنستی ہے) ''میں تو سمجھی تھی ہماری قسمت پھوٹ گئی اور چچا ہمیشہ کے لیے تمہیں—''

ریحانی: (فخریہ) ''اب دیکھ لی تم لڑکیوں نے—؟ ہماری ذہانت، ہماری قابلیت؟''

روحی: ''اب شیخیاں چھوڑو۔ آئے ہوئے مہمانوں کو نمٹاؤ—''

ریحانی: ''ہائے ہائے ایک آفت سے تو مر مر کے ہوا تھا جینا—''

(چچا بالا خانے سے اترتے ہیں اور پچھلا دروازہ کھول کر باہر نکل جاتے ہیں)

ریحانی: ''شکر ہے گئے۔''

(اطمینان سے اِدھر اُدھر دیکھ کر مسکراتا ہے)

ایک آواز: (باہر باغ میں سے ایک تیز زنانہ آواز)

''ارے صوفی، او صوفی پیاری کہاں ہو تم لوگ؟''

(صوفی مارے خوف کے ایک صوفے کے پیچھے اکڑوں بیٹھ جاتی ہے)

صوفی: ''ہائے ہائے یہ تو مہرو کی آواز ہے۔''

روحی: (منہ پر انگلی رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کرتی ہے)

''ہش آواز نہ نکالو۔ یہاں آ جائیں گے وہ لوگ۔''

ایک مردانہ آواز: ''ریحانی میاں، کدھر غائب ہو؟ ہمیں بلا کر کہاں چھپ رہے ہو؟''

دوسری مردانہ آواز: ''ارے نکلو یار باہر۔ ٹائی باندھنی نہیں آتی تو آؤ ہم باندھ دیں گے۔''

(ریحانی بھاگ کر دروازے کی چٹخنی چڑھا دیتا ہے اور خود دروازے کو ٹیک لگا کر کھڑا ہو جاتا ہے)

ریحانی: ''اب ہم محفوظ ہیں۔ چٹخنی چڑھا دی ہے میں نے'' (اکڑوں بیٹھ جاتا ہے)

ایک بوٹ پالش والا: (باغ کے دریچے کے پاس آ کر زور سے) ''بوٹ پالش۔ سلائی والا۔ ٹوٹی جوتی مرمت والا۔ بوٹ پالش والا حضور۔''

ریحانی: (اکڑوں بیٹھا ہے سر اٹھا کر) ''ماردوں گولی سے۔''

بوٹ پالش والا: (بے حد بلند آواز)

''کیوں حضور؟ غریب کی جان لے کر آپ کو کیا ثواب ملے گا؟''

ریحانی: (وہیں بیٹھا بیٹھا بوکھلا کر غصے سے) ''بھاگ جاؤ یہاں سے۔ کمبخت کہیں کا۔ آیا ہے اس قیامت کے وقت بوٹ پالش کرنے۔''

نازی: ''ہاں کل میں نے اسے بلایا تھا— میری چپل۔''

ریحانی: (نازی سے) ''چپ— (پالش والے سے) جاتا ہے کہ نہیں—؟ مہمانوں کی نظر اِدھر اٹھ گئی تو سب یہاں آ دھمکیں گے۔''

بوٹ پالش والا: (دریچے میں سے گردن اندر ڈال کر جھانکتا ہے) ''کون حضور؟''

نازی: ''پالش والے۔ اب چلے جاؤ۔ پھر آ جانا۔ مہمانوں کی نظر پڑ گئی تو سب اندر گھس آئیں گے۔''

بوٹ پالش والا: (باغ کی طرف نظر ڈالتا اور پھر ہنستا ہے) ''اچھا اچھا— (مڑتے ہوئے بلند آواز) بوٹ پالش سلائی والا۔ ٹوٹی جوتی مرمت والا—''

(آواز دُور ہوتی جاتی اور وہ غائب ہو جاتا ہے)

روحی: (پیانو کے نیچے سے سرکتی ہوئی۔ رقت بھری آواز میں) ''دم گھٹتا ہے۔ کب تک بیٹھیں رہیں گے یہاں؟ ایسے دعوت نامے چھپوائے ہیں کہ منہ

دکھلانے کے قابل نہیں رہے۔"

صوفی: (صوفے کے پیچھے سے ذرا آگے کو آ کر) "اور اس پر شیخی کا یہ عالم — کہ یہ کر دیا وہ کر دیا —"

ریحانی: (دروازے کے پیچھے سے اکڑوں بیٹھے ہوئے شکایتاً) "ارے صوفی، یہ تم کہہ رہی ہو مجھ سے؟"

نازی: (ایک صوفے پر بیٹھے ہوئے جیسے کسی بات کی فکر ہی نہیں) "اور بھیا ریحانی۔ آپ تو کہتے تھے دعوت ناموں پر ایک سنہری لکیر بھی کھنچوائی ہے؟"

ریحانی: "چپ کر نازی۔ ہوش اترے ہوئے ہیں یہاں — اور تم سنہری لکیر —"

روحی: "اب سنہری لکیر کا مزہ آ رہا ہے جناب کو؟"

صوفی: (بے حد گھبرا کر روتے ہوئے) "اب بھی اپنی غلطی نہیں مان رہے۔"

(دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز جسے سن کر چاروں مارے خوف کے زیادہ دبک گئے۔ نازی صوفے پر لیٹ گئی ہے)

ایک مردانہ آواز: "ارے بھائی ریحانی — یار کہاں برقعہ پہن کر بیٹھ رہے؟ چوڑیاں بھیج دوں؟"

(دروازے پر دھڑا دھڑ)

ریحانی: (گھبرا کر سٹیج کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اکڑوں بیٹھے ہوئے رینگتے ہوئے) "ہائے ہائے۔ یہ تو رشید کی آواز ہے — کمبخت آ رہا ہے تیر کی طرح ادھر —"

(روحی بھاگ کر دریچہ پھٹ سے بند کر دیتی ہے پھر آنکھوں پر رومال رکھ کر روتی ہے)

روحی: "یہ لوگ دروازے توڑ ڈالیں گے آج۔"

(دروازہ پھٹ سے کھلتا ہے اور مہمان لڑکوں لڑکیوں کا ایک ہجوم غل مچاتا ہنستا بولتا سٹیج پر داخل ہوتا ہے)

ریحانی: (ریحانی بنیان پہنے اِدھر اُدھر بھاگتا نظر آتا ہے۔ اچانک دوسرا دروازہ کھلتا ہے اور شہزادی عائشہ اور پھوپھی زبیدہ سفری کوٹ پہنے اندر داخل ہوتی ہیں۔ پھوپھی زبیدہ یوڈی کلون سونگھ رہی ہیں۔ حیران ہو کر اِدھر اُدھر دیکھتی ہیں۔ صوفی ریحانی میزوں کے پیچھے دبک گئے ہیں)

پھوپھی زبیدہ: (سٹیج کے درمیان لڑکوں لڑکیوں کے ہجوم میں حیران ہو کر کھڑی ہیں) "میں سمجھی نہیں۔ یہ سب کون لوگ ہیں؟ میں تو جعفر سے کہنے آئی تھی کہ گمشدہ کاغذات مجھے مل گئے ہیں — مگر یہ ہو کیا رہا ہے یہاں؟"

عائشہ: "کہیں چوری کی واردات تو نہیں ہوگئی۔ اُف میرے خدا —"

پھوپھی زبیدہ: (اچانک نظر ریحانی پر پڑتی ہے) "ہائیں، ریحانی۔ تم بنیان پہنے کہاں بھاگے جا رہے ہو؟"

عائشہ: "ظاہر ہے چور پکڑ رہا ہے —"

(ریحانی کا ایک دوست پھوپھی زبیدہ اور عائشہ کے درمیان سے دوڑتا ہوا گزر جاتا ہے۔ دونوں گھبرا کر دیکھتی ہیں)

(اچانک دروازہ پھٹ سے کھلتا ہے اور لڑکوں اور لڑکیوں کا ایک غول کا غول ہنستا شور مچاتا سٹیج پر داخل ہوتا ہے۔ ریحانی بنیان پہنے پہلے تو اُدھر اُدھر بھاگتا نظر آتا ہے پھر آخر ایک صوفے کے پیچھے جا کر لیٹ جاتا ہے اور غائب ہو جاتا ہے۔ صوفی اور روحی پردوں کے پیچھے چھپ جاتی ہیں)

ایک لڑکا: "ارے یہ لوگ یہاں بھی نہیں — دعوت نامے بھیج کر بھاگ گئے ہیں۔"

Scanned with CamScanner

ایک لڑکی: ''اور باغ میں بھی نہیں — ریحانی میاں یہ دعوت نامہ آپ ہی کا ہے؟''

ایک لڑکا: ''بھئی آپ ہی نے بھیجا ہے نا یہ دعوت نامہ۔ پھر گم کیوں ہو گئے ہو؟''

ایک لڑکا: ''میرا خیال یہ ہے کہ یہ لوگ ہم سے چھپ کر درختوں پر چڑھ بیٹھے ہیں۔ چلو باہر چلو باہر—''

(سارے کے سارے غل مچاتے باغ میں جاتے ہیں اور ان کی آوازیں باغ میں بہت دور جا کر غائب ہوتی ہیں۔ موقع دیکھ کر ریحانی، صوفی اور روحی اٹھتے ہیں اور اندر سے مضبوطی سے دروازہ بند کر لیتے اور فراغت کا سانس لیتے ہیں۔ اسی وقت چچا ہاتھ میں اٹیچی لیے بالا خانے سے نیچے اتر آتے ہیں)

چچا جعفر: چہرہ مکدر۔ لہجہ بے حد غصیلا۔ ریحانی سے مخاطب ہیں) ''تو یہ تھی آپ کی کامیاب پارٹی؟ — جی — ؟''

(ریحانی، روحی، صوفی چچا جعفر کی اس اچانک تبدیلی پر سخت حیران ہیں اور بار بار انہیں دیکھ رہے ہیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا)۔

چچا جعفر: ''تمہارے دوستوں کی آوازیں میرے کمرے کی کھڑکی تک پہنچ رہی تھیں۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ وہ لوگ کل کی بجائے غلط فہمی میں آج پہنچ گئے ہیں یعنی تم سے دعوت ناموں میں صحیح تاریخ بھی نہ لکھی گئی؟''

ریحانی: (سخت سہما ہوا لہجہ افسردہ) ''چچا جان، پریس والوں کی غلط لکھی ہوئی تاریخ میں نے پروف میں ٹھیک کر دی تھی۔ انہوں نے درست کیے بغیر چھاپ دی۔ چاہیں تو پریس والوں کو فون کر کے پوچھ لیجیے۔''

(ریحانی چچا کے آگے سہما ہوا کھڑا ہے۔ صوفی کمرے کے آخری سرے پر ایک صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے خاموش کھڑی ہے۔ رقریب ہی

روحی گھبرائی ہوئی کھڑی کبھی چچا کو کبھی ریحانی کو دیکھ رہی ہے)

چچا جعفر: ''اس بات کا اطمینان کرنا تمہاری ذمہ داری تھی کہ پریس والوں نے اپنی غلطی کی اصلاح کی یا نہیں۔ یہ بات اب واضح ہو گئی کہ تم ایک غیر ذمہ دار لڑکے کے سوا اور کچھ نہیں ہو۔ (غصے سے تحکمانہ) اب جاؤ اپنی حماقت کی سزا بھگتو اور آئے ہوئے مہمانوں سے جس طرح بن پڑے نمٹو۔''

(صوفی رونے لگتی ہے۔ روحی متاثر ہو کر سر جھکا لیتی ہے۔ ریحانی نہایت افسردہ لحظہ بھر کھڑا رہتا ہے۔ پھر مڑتا ہی ہے کہ چچا چیخ پڑتے ہیں)

چچا جعفر: ''اس شرمناک لباس میں مہمانوں کے آگے جاؤ گے اور اپنے ساتھ میری عزت بھی خاک میں ملاؤ گے؟ پہلے اوپر جا کر انسان بنو اور اس کے بعد اپنی صورت کبھی مجھے نہ دکھاؤ۔''

(چچا غصے میں ایک طرف کو مڑ جاتے ہیں۔ ریحانی رک جاتا ہے۔ ایک نظر چچا پر ڈالنے کے بعد نظریں جھک جاتی ہیں۔ چہرے پر پہلی دفعہ بلا کی متانت اور افسردگی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ چہرہ ذرا سا چچا کی طرف موڑ کر کہتا ہے)

ریحانی: (رقت بھری آواز) ''چچا جان یقین کیجیے میں نے مقدور بھر کوشش کی کہ اس پارٹی کو کامیاب بناؤں مگر پھوٹی تقدیر کا علاج کیسے ہو سکتا ہے؟''

(آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیتا اور خاموشی سے اوپر چلا جاتا ہے۔ روحی اور صوفی رومال آنکھوں سے لگا کر رونے لگتی ہیں۔ چچا لمحہ بھر اسے جاتا ہوا دیکھتے ہیں۔ پھر دوسری طرف جا کر ٹیلی فون کا ڈائل گھماتے ہیں)

چچا جعفر: ''ہیلو ہیلو — میں نواب جعفر بول رہا ہوں — ''

(اس کے بعد وہ ٹیلی فون پر جھک کر اتنی کم آواز میں گفتگو کرتے ہیں کہ

Scanned with CamScanner

سنائی نہیں دیتی۔ روحی اور صوفی سر اٹھا کر چچا کو فون کرتا دیکھتی ہیں۔ صوفی رومال آنکھوں پر رکھ کر رو رہی ہے۔ روحی ہمدردانہ اس کے کندھوں کو تھپک رہی اور پریشان کھڑی ہے)

چچا: (چہرہ مکدر ہے۔ ریسیور رکھ کر اسٹیج پر آتے آتے) ''تو گویا جھوٹ نہیں کہا تھا ریحانی نے — پریس والوں کی غلطی ہے۔''

روحی: (ذرا مطمئن اور خوش ہو کر) ''غلطی پریس والوں کی تھی نا چچا؟''

چچا: (ایک صوفے پر بیٹھ کر) ''ہاں — '' (سگار نکالتے ہوئے) ''لیکن پروف نہ پڑھنا تو ریحانی کی بے پرواہی ہے نا۔'' (سگار منہ میں رکھ کر مکدر چہرے سے کچھ سوچ رہے ہیں)

(یکا یک دروازے پر کھٹ کی آواز آتی ہے۔ روحی دوڑ کر جاتی اور اطمینان کر لیتی ہے کہ مہمان لڑکے اور لڑکیاں نہیں بلکہ پھوپھی زبیدہ اور عائشہ ہیں۔ دروازہ کھول کر فوراً بند کر لیتی ہے۔ پھوپھی زبیدہ اور عائشہ اندر آتی ہیں)

زبیدہ: (روحی سے) ''میں سمجھی نہیں باغ میں کرسیاں گھسیٹ گھسیٹ کر یہ کون لوگ بیٹھ رہے ہیں؟''

''ارے جعفر بھیا، تم جاگیر سے آ گئے؟ وہ کاغذات تو میرے پاس رہ گئے تھے اسی لیے میں واپس آئی —''

(جا کر جعفر کے پہلو میں بیٹھ جاتی ہیں۔ شہزادی عائشہ گھبرائی ہوئی ہیں)

عائشہ: ''کوئی چوری کی واردات تو نہیں ہوگئی؟ باغ میں اتنے سارے لوگ ہیں کون؟''

(روحی صوفی کے پاس واپس چلی جاتی ہے۔ دونوں لڑکیاں غمگین سی کھڑی ہیں)

جعفر: ''جن کے سامنے بدنامی کا ریحانی میاں نے ایک نیا سامان کیا ہے۔''

زبیدہ: ''کیا مطلب؟''

عائشہ: ''کیا کہہ رہے ہیں جعفر صاحب؟''

جعفر: ''ملاحظہ فرمالیجیے، نئی ذمہ داری کا حشر، جو آپ کی سفارش پر اس کو سونپی گئی تھی۔''

زبیدہ: ''آخر ہو کیا گیا جعفر؟''

جعفر: ''ہو یہ گیا ہے زبیدہ کہ ریحانی میاں نے دعوت نامہ میں غلط تاریخ لکھ دی ہے۔ ضیافت کا انتظام کل کے لیے اور مہمان آج آ رہے ہیں۔''

زبیدہ: ''توبہ — توبہ؟''

عائشہ: ''اب کیا ہوگا؟''

(چچا اٹھتے ہیں اور دونوں کو ساتھ لے کر اسٹیج کے ایک کونے میں چلے جاتے اور سرگوشیوں میں ہاتھ ہلا ہلا کر ساری کیفیت سمجھاتے ہیں جسے سن کر پھوپھی زبیدہ فکرمندی ہو جاتی اور ایک تشویش کے عالم میں سر پکڑ کر صوفے پر بیٹھ جاتی ہیں۔ عائشہ کبھی بند کھڑکی کے شیشوں میں سے باہر جھانکتی، کبھی بیٹھ جاتی ہیں۔ لڑکیاں بالا خانے کی سیڑھیوں کے پاس غمگین کھڑی ہیں۔ ریحانی سوٹ پہنے نہایت معصوم چہرے کے ساتھ سیڑھیاں طے کر کے نیچے اترتا ہے۔ ہاتھ میں سوٹ کیس ہے۔ صوفی کو دیکھ کر سیدھے اس کے پاس آتا ہے اور آہستہ سے کہتا ہے)

ریحانی: ''خدا حافظ صوفی۔ چچا آئندہ میری صورت نہیں دیکھنا چاہتے، تم بھی مجھے بھولنے کی کوشش کرو۔ (آواز میں بے حد رقت آ جاتی ہے) تم میری قسمت میں نہیں تھیں — (رومال سے آنسو خشک کرتا ہے) میرا اب یہاں

Scanned with CamScanner

رہنا فضول ہے۔''

(چہرہ دوسری طرف پھیر لیتا ہے)

صوفی: (حیران۔ روتے ہوئے) ''میرے ریحانی — کہاں جا رہے ہو مجھے چھوڑ کر — ؟''

(صوفی رونے لگتی ہے۔ روحی سسکیاں لیتی ہوئی صوفی کے گلے لگ جاتی ہے)

ریحانی: (ذرا آہستہ) ''کہاں — ؟ یہاں سے قبرستان۔ ابا جان مرحوم کی قبر پر فاتحہ پڑھنے اور اس کے بعد — ؟ اس وسیع دنیا میں اپنے آپ کو کھو ڈالنے کے لیے جگہ کی کمی نہیں۔ یہ دنیا مجھے کوئی ایسا کونا ضرور بخش سکتی ہے جہاں کے لوگ میرے جگری عزیز نہ ہوتے ہوئے بھی — میرے الفاظ پر بھروسہ کر سکتے اور جن کی آنکھیں میرے دل کے درد پر اشک آلود ہو سکتی ہیں۔ خدا حافظ صوفی — '' (چلتا ہے)

صوفی: ''ریحانی — '' (لپک کر پکڑ لیتی ہے) ''مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ۔''

ریحانی: (ٹھہر جاتا ہے) ''تو پھر کیا کروں ؟ — آج میرا باپ نہیں جو تمہارا ہاتھ میرے ہاتھ میں تھما سکتا۔ میری ماں نہیں — جو تمہیں میری دلہن بنا کر اپنے سینے سے لگا سکتی۔''

چچا جعفر: (آنسو پونچھتے ہوئے آگے کو بڑھتے ہیں) ''یوں نہ کہو ریحانی۔ میرے بیٹے۔ نجانے مجھے کیا ہو گیا تھا اور میں کیوں بھولا ہوا تھا کہ میرے مرحوم بھائی کی تم ہی ایک نشانی ہو۔ تم ہی ایک نشانی ہو۔ صوفی کا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں دینے کو تمہارا چچا ابھی زندہ ہے۔'' (رومال سے آنسو خشک کرتے ہیں)

پھوپھی زبیدہ: (روتی ہوئی آگے بڑھتی ہیں) ''اور صوفی کو تمہاری دلہن بنا کر سینے سے لگانے کو تمہاری پھوپھی موجود ہے۔'' (ریحانی کو سینے سے لگا لیتی ہیں اور صوفی کا ہاتھ ریحانی کے ہاتھ میں پکڑا دیتی ہیں۔ چچا چپکے سے آگے کو بڑھتے اور صوفی کا دوسرا ہاتھ ریحانی کے ہاتھ میں دے دیتے ہیں)

ریحانی: (وفورِ مسرت و حیرت سے بے خود)
''جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں وہ حقیقت ہے؟''

جعفر: (اب تک آواز میں رقت باقی ہے) ''ٹھوس حقیقت میرے بچے۔''

ریحانی: (چچا سے لپٹ کر) ''میرے پیارے چچا — '' (زبیدہ سے لپٹ کر) ''میری پیاری پھوپھی زبیدہ۔''

(صوفی پھوپھی زبیدہ سے وفورِ مسرت میں لپٹ جاتی ہے۔ روحی ہنستی ہوئی ریحانی کی طرف بڑھتی اور اچک کر اس کی ناک نوچتی ہے۔ شہزادی عائشہ تالیاں بجاتی ہیں)

ریحانی: (وفورِ مسرت سے پاگل ہو رہا ہے۔ چلاتا ہے) ''تو پھر کرسیوں، میزوں روشنیوں اور کھانوں کے بغیر بھی یہ پارٹی بے مثال ہے کیونکہ یہ ہماری منگنی کی پارٹی ہے۔''
''اس لیے اے میرے لختِ جگر دوستو — ''

(چلا کر بولتے بولتے ایک لخت دریچے کی طرف بھاگتا ہے تا کہ باغ میں جا کر دوستوں کو اطلاع دے)

جعفر: (ہنستے ہوئے آگے کو بڑھتے اور دریچے اور ریحانی کے درمیان ہاتھ پھیلاتے ہیں۔ پھر ہنس کر دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہیں) ''کھڑکی چھوڑو۔ دوستوں کو اس راستے جا کر مخاطب کرو — ''

Scanned with CamScanner

(ریحانی پلٹ کر ہنستے ہوئے سب کو دیکھتا اور دروازے کے رستے باہر جاتا ہے۔ سب قہقہے لگاتے ہیں۔ چشم زدن میں سارے مہمان غل مچاتے سٹیج پر پہنچ جاتے ہیں۔ چچا جعفر اور زبیدہ سب کے درمیان کھڑے ہنس رہے ہیں۔)

------ختم شد------

Scanned with CamScanner

www.sangemeel.com

ISBN-10: 969-35-3582-0
ISBN-13: 978-969-35-3582-2
9 789693 535822

سنگ میل پبلی کیشنز